مُصنِّف

امام جلال الدین عبد الرحمن بن ابی بکر السیوطی الشافعی علیہ رحمۃ اللہ الوالی

المتوفی ۹۱۱ھ

مجلس المدینۃ العلمیۃ (دعوتِ اسلامی)

نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کے ظاہری و باطنی فیصلوں کے متعلق

منفرد اور تحقیقی تصنیف

اَلبَاهِرُ فِیْ حُكْمِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِالْبَاطِنِ وَالظَّاهِرِ

ترجمہ بنام

مدنی آقا صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کے روشن فیصلے

مُصنِّف

امام جلال الدین عبدالرحمٰن بن ابی بکر السیوطی الشافعی علیہ رحمۃ اللہ الکافی

المتوفٰی ۹۱۱ھ

پیش کش

مجلس المدینۃ العلمیۃ (شعبہ تراجم کتب)

ناشر

مکتبة المدینه باب المدینه کراچی

الصلوۃ والسلام علیک یارسول اللہ وعلیٰ الک واصحابک یا حبیب اللہ

نام کتاب : مدنی آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے روشن فیصلے

ترجمہ : اَلبَاہِرُ فِیْ حُکْمِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِالْبَاطِنِ وَالظَّاہِرِ

مصنف : امام جلال الدین عبدالرحمٰن بن ابی بکر السیوطی الشافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

پیش کش : مجلس المدینۃ العلمیۃ (شعبہ تراجم کتب)

سن طباعت : رمضان المبارک ۱۴۲۸ھ، اکتوبر 2007ء

ناشر : مکتبۃ المدینہ باب المدینہ کراچی

مکتبة المدینه کی مختلف شاخیں

مکتبۃ المدینہ شہید مسجد کھارادر باب المدینہ کراچی

مکتبۃ المدینہ دربار مارکیٹ گنج بخش روڈ مرکز الاولیاء لاہور

مکتبۃ المدینہ اصغر مال روڈ نزد عیدگاہ، راولپنڈی

مکتبۃ المدینہ امین پور بازار، سردار آباد (فیصل آباد)

مکتبۃ المدینہ نزد پیپل والی مسجد اندرون بوہڑ گیٹ مدینۃ الاولیاء ملتان

مکتبۃ المدینہ چھوٹی گھٹی، حیدر آباد

مکتبۃ المدینہ چوک شہیداں میر پور آزاد کشمیر

E.mail:ilmia26@yahoo.com

E.mail.maktaba@dawateislami.net

www.dawateislami.net

Ph:021-4921389-90-91 Ext:1268

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ

اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ط بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

”مدنی آقا کے روشن فیصلے“ کے 18 حُروف کی نسبت سے

اس کتاب کو پڑھنے کی 18 ”نیّتیں“

فرمانِ مصطفٰی صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم: **نِیَّۃُ الْمُؤْمِنِ خَیْرٌ مِّنْ عَمَلِہٖ** یعنی مسلمان کی نیّت اس کے عمل سے بہتر ہے۔(المعجم الکبیر للطبرانی،الحدیث:۵۹۴۲،ج۶،ص۱۸۵)

دومَدَنی پھول: [۱] بغیر اچّھی نیّت کے کسی بھی عملِ خیر کا ثواب نہیں ملتا۔
[۲] جتنی اچّھی نیّتیں زِیادہ، اُتنا ثواب بھی زِیادہ۔

﴿۱﴾ ہر بار حمد و ﴿۲﴾ صلوٰۃ اور ﴿۳﴾ تعوُّذ و ﴿۴﴾ تَسمِیّہ سے آغاز کروں گا۔(اسی صَفْحَہ پر اُوپر دی ہوئی دو عَرَبی عبارات پڑھ لینے سے چاروں نیّتوں پر عمل ہوجائے گا)﴿۵﴾ رِضائے الٰہی عَزَّوَجَلَّ کیلئے اس کتاب کا اوّل تا آخر مطالعہ کروں گا۔ ﴿۶﴾ حتَّی الْوَسعْ اِس کا باوُضو اور ﴿۷﴾ قبلہ رُو مُطالَعہ کروں گا۔ ﴿۸﴾ قرآنی آیات اور ﴿۹﴾ اَحادیثِ مبارکہ کی زِیارت کروں گا۔ ﴿۱۰﴾ جہاں جہاں ”اللہ“ کا نام پاک آئے گا وہاں عَزَّوَجَلَّ اور ﴿۱۱﴾ جہاں جہاں ”سرکار“ کا اِسمِ مبارَک آئے گا وہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم پڑھوں گا۔ ﴿۱۲﴾ اس کتاب کا مطالعہ شروع کرنے سے پہلے اس کے مصنِّف کو ایصالِ ثواب کروں گا۔ ﴿۱۳﴾ اس روایت ”عِنْدَ ذِکْرِ الصَّالِحِیْنَ تَنْزِلُ الرَّحْمَۃُ“ یعنی نیک لوگوں کے ذِکر کے وقت رَحمت

نازل ہوتی ہے۔'' (حِلیۃُ الاولیاء، الحدیث: ۱۰۷۵۰، ج۷، ص۳۳۵) پرعمل کرتے ہوئے اس کتاب میں دیئے گئے واقعات دوسروں کو سُنا کر ذکرِ صالحین کی بَرَکتیں لُوٹوں گا ﴿۱۴﴾ (اپنے ذاتی نسخے پر) عِندَ الضَّرورت خاص خاص مقامات پر انڈر لائن کروں گا۔ ﴿۱۵﴾ (اپنے ذاتی نسخے کے) ''یادداشت'' والے صَفحہ پرضَروری نِکات لکھوں گا۔ ﴿۱۶﴾ دوسروں کو یہ کتاب پڑھنے کی ترغیب دلاؤں گا۔ ﴿۱۷﴾ اس حدیثِ پاک ''تَھَادَوْا تَحَابُّوْا'' ایک دوسرے کوتحفہ دو آپس میں محبت بڑھے گی۔'' (مؤطا امام مالک، الحدیث: ۱۷۳۱، ج۲، ص۴۰۷) پرعمل کی نیت سے (ایک یاحسبِ توفیق) یہ کتاب خرید کر دوسروں کو تحفۃً دوں گا۔ ﴿۱۸﴾ کتابت وغیرہ میں شَرعی غَلَطی ملی تو ناشرین کو تحریری طور پر مُطَّلع کروں گا (ناشِرین وغیرہ کو کتابوں کی اَغلاط صِرف زبانی بتانا خاص مفید نہیں ہوتا)

دعوتِ اسلامی کے سنتوں کی تربیت کے مدنی قافلوں میں سفر اور روزانہ فکرِ مدینہ کے ذریعے مدنی انعامات کا رسالہ پر کر کے ہر مدنی (اسلامی) ماہ کے ابتدائی دس دن کے اندر اندر اپنے یہاں کے (دعوت اسلامی کے) ذمہ دار کو جمع کروانے کا معمول بنا لیجئے ان شاء اللہ عزوجل اس کی برکت سے پابندِ سنت بننے، گناہوں سے نفرت کرنے اور ایمان کی حفاظت کے لئے کڑھنے کا ذہن بنے گا

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ وَ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ
اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ط

المدینة العلمیة

از: شیخِ طریقت، امیرِ اہلسنّت، بانیٔ دعوتِ اسلامی حضرت علاّمہ
مولانا ابو بلال محمد الیاس عطّار قادری رضوی ضیائی دامت برکاتہم العالیہ

الحمد للّٰہ علٰی اِحْسَانِہٖ وَ بِفَضْلِ رَسُوْلِہٖ صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم
تبلیغِ قرآن و سنّت کی عالمگیر غیر سیاسی تحریک ''دعوتِ اسلامی'' نیکی کی دعوت، اِحیائے سنّت اور اشاعتِ علمِ شریعت کو دنیا بھر میں عام کرنے کا عزمِ مُصمّم رکھتی ہے، اِن تمام اُمور کو بحسنِ خوبی سرانجام دینے کے لئے متعدّد مجالس کا قیام عمل میں لایا گیا ہے جن میں سے ایک مجلس ''المدینة العلمیة'' بھی ہے جو دعوتِ اسلامی کے عُلماء و مُفتیانِ کرام کَثَّرَھُمُ اللّٰہُ تعالٰی پر مشتمل ہے، جس نے خالص علمی، تحقیقی اور اشاعتی کام کا بیڑا اٹھایا ہے۔ اس کے مندرجہ ذیل چھ شعبے ہیں:

(۱) شعبۂ کُتُبِ اعلیٰحضرت رحمۃ اللّٰہ تعالٰی علیہ (۲) شعبۂ درسی کُتُب
(۳) شعبۂ تراجمِ کتب (۴) شعبۂ تفتیشِ کُتُب
(۵) شعبۂ اصلاحی کُتُب (۶) شعبۂ تخریج

''المدینة العلمیة'' کی اوّلین ترجیح سرکارِ اعلیٰحضرت اِمامِ اَہلسنّت، عظیم البرکت، عظیم المرتبت، پروانۂ شمعِ رِسالت، مُجدّدِ دین و مِلّت، حامیٔ

سنّت، ماحیٔ بِدعت، عالِمِ شَرِیْعَت، پیرِ طریقت، باعثِ خَیْر و بَرَکت، حضرتِ علاّمہ مولیٰنا الحاج الحافِظ القاری الشاہ اِمام اَحمد رَضا خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الرَّحْمٰن کی گِراں مایہ تصانیف کو عصرِ حاضر کے تقاضوں کے مطابق حتَّی الْوَسْع سَہْل اُسلُوب میں پیش کرنا ہے۔

تمام اسلامی بھائی اور اسلامی بہنیں اِس عِلمی، تحقیقی اور اشاعتی مدنی کام میں ہر ممکن تعاون فرمائیں اور مجلس کی طرف سے شائع ہونے والی کُتُب کا خود بھی مطالَعہ فرمائیں اور دوسروں کو بھی اِس کی ترغیب دلائیں۔

اللہ عزوجل ''دعوتِ اسلامی'' کی تمام مجالس بَشُمُول ''**المدینۃ العلمیۃ**'' کو دن گیارہویں اور رات بارہویں ترقّی عطا فرمائے اور ہمارے ہر عملِ خیر کو زیورِ اخلاص سے آراستہ فرما کر دونوں جہاں کی بھلائی کا سبب بنائے۔ ہمیں زیرِ گنبدِ خضرا شہادت، جنّت البقیع میں مدفن اور جنّت الفردوس میں جگہ نصیب فرمائے۔

آمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم

رمضان المبارک ۱۴۲۵ھ

فہرست

پہلے اسے پڑھ لیجئے

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو!

تمام تعریفیں اس مختارِ حقیقی اللہ جل مجدہ کے لئے ہیں جس نے اپنے مَحبُوبِ مُکرَّم، نبیٔ مُعظَّم، رَسولِ مُحتَشَم حضرت محمدِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو ظاہری وباطنی ہر دو طرح سے فیصلہ فرمانے کی خصوصیت سے نوازا ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہ عزوجل! اہلسنّت وجماعت کا عقیدہ ہے کہ اللہ عزوجل نے اپنے محبوبِ مکرّم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو بے شمار اختیارات، خصائص اور فضائل وکمالات عطا فرمائے، یہودیوں کا سا عقیدہ نہیں جو کہتے تھے:

یَدُ اللّٰہِ مَغْلُوْلَۃٌ ط (پ۶، المائدہ:۶۴) ترجمۂ کنزالایمان: اللہ کا ہاتھ بندھا ہوا ہے۔
یعنی معاذ اللہ وہ رزق دینے اور خرچ کرنے میں بخل کرتا ہے۔
(خزائن العرفان، سورۃ المائدہ، تحت الآیۃ ۶۴)

بلکہ ہمارا عقیدہ تو یہ ہے:

﴿۱﴾

بَلْ یَدٰہُ مَبْسُوْطَتٰنِ لا (پ۶، المائدہ:۶۴) ترجمۂ کنزالایمان: بلکہ اس کے ہاتھ کشادہ ہیں۔

﴿۲﴾

کُلًّا نُّمِدُّ ھٰۤؤُلَآءِ وَھٰۤؤُلَآءِ مِنْ عَطَآءِ رَبِّکَ ط وَمَا کَانَ عَطَآءُ رَبِّکَ مَحْظُوْرًا O (پ۱۵، بنی اسرائیل:۲۰) ترجمۂ کنزالایمان: ہم سب کو مدد دیتے ہیں اُن کو بھی اور ان کو بھی تمہارے رب کی عطا سے اور تمہارے رب کی عطا پر روک نہیں۔

اپنے پیارے حبیب، حبیبِ لبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو کتنا عطا فرمایا اس کی کوئی

حد نہیں۔ چنانچہ،

اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے:

اِنَّآ اَعْطَیْنٰکَ الْکَوْثَرَ ۝ (پ ۳۰، الکوثر: ۱)

ترجمۂ کنزالایمان: اے محبوب بے شک ہم نے تمہیں بے شمار خوبیاں عطا فرمائیں۔

مفسر شہیر صدر الافاضل حضرت علامہ مولانا سید نعیم الدین مراد آبادی علیہ رحمۃ اللہ الھادی اس آیت مبارکہ کی تفسیر میں ارشاد فرماتے ہیں: یعنی فضائل کثیرہ عنایت کر کے تمام خلق پر افضل کیا، حسن ظاہر بھی دیا اور حسن باطن بھی نسبِ عالی بھی، نبوت بھی، کتاب بھی، حکمت بھی، علم بھی، شفاعت بھی، حوض کوثر بھی، مقامِ محمود بھی، کثرتِ اُمت بھی، اعدائے دین پر غلبہ بھی، کثرت فتوح بھی، اور بے شمار نعمتیں اور فضیلتیں جن کی نہایت نہیں۔

(خزائن العرفان، سورۃ الکوثر، تحت الآیۃ ۱)

اسی طرح اللہ عزوجل نے حضور نبی اکرم، نورِ مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو شریعت کے احکام میں بھی اختیار عطا فرمایا ہے۔ چنانچہ،

سیدی اعلیٰ حضرت، عظیم المرتبت، مجددِ دین وملت، پروانۂ شمع رسالت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن **فتاوی رضویہ شریف** میں فرماتے ہیں: ''ائمہ محققین تصریح فرماتے ہیں کہ احکامِ شریعت حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو سپرد ہیں، جو بات چاہیں واجب کر دیں جو چاہیں ناجائز کر دیں، جس چیز یا جس شخص کو جس حکم سے چاہیں مستثنیٰ فرما دیں۔'' (فتاوی رضویہ، ج ۳۰، ص ۵۱۸)

اسی بات کو باالفاظ دیگر امام جلال الدین سیوطی علیہ رحمۃ اللہ القوی نے ''الخصائص الکبری، ج ۲، ص ۴۵۹'' پر اور امام احمد بن محمد قسطلانی علیہ رحمۃ اللہ الوالی

نے ''المواہب اللدنیہ، ج ۲، ص ۳۰۹'' پر نقل فرمایا ہے۔

حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے شریعت میں اختیارات کی جھلک دیکھئے کہ (۱) حضرت سیدنا ابو بردہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے بکری کے چھ ماہ کے بچہ کی قربانی جائز فرمادی (صحیح البخاری، ص ۴۷۸)، (۲) ایک بار حضرت سیدنا عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی اس کی اجازت عطا فرمادی (صحیح البخاری، ص ۴۷۷)، (۳) ایک شخص کو مہر کی جگہ صرف قرآن سکھانا کافی قرار دے دی (سنن ابی داوٗد، ص ۱۳۷۸) (۴) حضرت سیدنا خزیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی گواہی دو مردوں کے قائم مقام کردی (صحیح البخاری، ص ۴۰۵)، (۵) ایک شخص کے لئے روزے کا کفارہ خود ہی کھالینا جائز فرمادیا (صحیح البخاری، ص ۱۵۱)، (۶) حضرت سیدتنا اَسماء بنت عمیس رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو عدتِ وفات کا سوگ معاف فرمادیا (المواہب اللدنیہ، ج ۲، ص ۳۱۰)

زیرِ نظر کتاب ''اَلْبَاهِرُ فِیْ حُکْمِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰه علیه وسلَّم بِالْبَاطِنِ وَالظَّاهِر'' سیدنا امام جلال الدین سیوطی علیہ رحمۃ اللہ القوی کی تصنیف ہے جس میں آپ رحمۃ اللہ علیہ نے سرکارِ نامدار، دوعالَم کے مالک ومختار باذن پَروَرْدگار عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ظاہری اور باطنی فیصلوں میں بااختیار ہونے کو بیان کیا ہے اور آیاتِ قرآنیہ، احادیثِ مبارکہ، فرامینِ صحابہ کرام علیہم الرضوان اور اقوالِ علما رحمہم اللہ تعالیٰ کی روشنی میں ثابت کیا کہ اللہ عزوجل نے سرکارِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو علومِ ظاہریہ وباطنیہ عطا فرمائے ہیں۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو اختیار ہے کہ معاملات کا فیصلہ ظاہری شواہد کے مطابق فرمائیں یا اصل حقائق کی بنا پر۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ایسے بہت سارے معاملات کے فیصلے اصل حقائق کے مطابق فرمائے حالانکہ ظاہری

شواہد اس کے برعکس تھے جس طرح حضرت سیدنا خضر علیہ السلام کا باطنی علم کی بنا پر بچے کو قتل کرنے کا فیصلہ کرنا اس کے حقیقت پر آگاہی کے سبب تھا جبکہ حضرت سیدنا موسیٰ کلیم اللہ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام ظاہرِ شریعت پر عمل پیرا تھے اس لئے انہوں نے حضرت سیدنا خضر علیہ السلام کے فیصلوں پر اعتراض کیا اور ہمارے آقا ومولیٰ حضرت سیّدِ نا محمدِ مصطفٰی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ عزوجل نے دونوں علوم عطا فرمائے یعنی خواہ ظاہر کے مطابق فیصلہ فرمائیں یا باطن کے مطابق۔

یقیناً یہ کتاب بڑی اَہمیّت کی حامل ہے،اس کتاب کی افادیت کے پیشِ نظر تبلیغ قرآن وسنت کی عالمگیر تحریک ''**دعوتِ اسلامی**'' کی **مجلس المدینۃ العلمیۃ** کے **شعبہ تراجِمِ کتب** کی طرف سے اس کتاب کا اُردو ترجمہ بنام ''**مدنی آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے روشن فیصلے**'' پیش کیا جارہا ہے تاکہ زیادہ سے زیادہ اِسلامی بھائی اس سے مستفید ہوسکیں۔

ترجمہ کرتے ہوئے درج ذیل اُمور کا خیال رکھا گیا ہے:

☆......ترجمہ میں حتَّی الامکان آسان اور عام فہم الفاظ استعمال کئے گئے ہیں۔

☆......احادیث کی تخریج اصل ماخذ سے کرنے کی کوشش کی گئی ہے اور باقی حوالہ جات میں جو کتب دستیاب ہوسکیں ان سے تخریج کی گئی ہے۔

☆......آیات کا ترجمہ امامِ اہلِ سنت، مجددِ دین وملت الشاہ اِمام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن کے شہرہ آفاق ترجمۂ قرآن ''**کنز الایمان**'' سے لیا گیا ہے۔

☆......مشکل الفاظ کے معانی ومطالب بریکٹ میں لکھ دیئے گئے ہیں۔

☆......کئی الفاظ پر اعراب لگا دیئے گئے ہیں۔

☆......اکثر مقامات پر تراجم اَعلام (یعنی کتاب میں آنے والے ائمہ کرام وبزرگان دین کے نام مع ولدیت، کنیت، لقب، تصانیف، سنِ وفات اور دیگر اوصاف بیان کرنے کا اہتمام کیا ہے تاکہ قاری فروغِ علمِ دین میں ان کی جدّ وجہد سے واقف ہوجائے اور مصنف ومؤلف کی ذات وصفات اور علمی مقام ومرتبہ واضح ہوجائے) اور تراجم کتب (یعنی کتاب کا پورا نام، مصنف ومؤلف اور محشّی کا نام مع ولدیت، کنیت، لقب، تاریخِ وفات ذکر کئے ہیں تاکہ اس کتاب کی مکمل معرفت حاصل ہوجائے۔) بیان کرنے کا اہتمام کیا گیا ہے۔

☆......مصنف کی طرف سے بیان کردہ تفصیل کومن وعن درج کردیا گیا ہے۔

الغرض! یہ کتاب آپ تک پہنچانے کے لئے **''دعوتِ اسلامی''** کے مدنی اسلامی بھائیوں نے مسلسل کوشش کی ہے۔اگر اس ترجمہ میں کوئی خوبیاں ہیں تو **اللہ** عزوجل کی عطا، **میٹھے میٹھے مصطفی** صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی عنایتوں اور **علماء کرام** رحمہم اللہ تعالیٰ بالخصوص **شیخ طریقت امیرِ اہلسنت حضرت علامہ مولانا محمد الیاس عطار قادری** مدظلہ العالی کی برکتوں کا نتیجہ ہے اور اگر اس میں کوئی خامی ہو تو ہماری نادانستہ کوتاہی کی وجہ سے ہے۔

اس کتاب کا مطالعہ کرنے والے اسلامی بھائیوں اور اسلامی بہنوں سے گزارش ہے کہ اسے نہ صرف خود پڑھیں بلکہ دوسروں کو بھی اس کے پڑھنے کا ذہن دے کر نیکی کی دعوت عام کرنے کا ثواب کمائیں اِنْ شَاءَ اللّٰہ عزوجل! اس کی برکت سے آپ کو دین ودنیا کی نعمتیں حاصل ہوں گی۔اللہ عزوجل سے دعا ہے کہ ہمیں **''اپنی اور ساری دنیا کے لوگوں کی اصلاح کی کوشش''** کرنے کے لئے **مدنی اِنعامات** پر عمل اور **مدنی قافلوں** میں سفر کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور دعوت اسلامی کی تمام مجالس بشمول **مجلس المدینۃ العلمیۃ** کو دن پچیسویں رات چھبیسویں ترقی عطا فرمائے۔ اٰمِین بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِین صلی اللہ علیہ وسلم

شعبہ تراجِم کتب (مجلس المدینۃ العلمیۃ)

تعارفِ مصنّف

نام ونسب:

لقب: جلال الدین، **کنیت:** ابوالفضل، **نام ونسب:** عبدالرحمٰن بن ابوبکر بن محمد بن ابوبکر بن عثمان بن محمد بن خضر بن ایوب بن محمد بن ہمام، اور **نسبت:** الخضیری المصری السیوطی الشافعی رحمہم اللہ تعالیٰ

ولا دت باسعادت:

آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ۸۴۹ ھ ہجری دریائے نیل کے کنارے قدیم قصبہ سیوط میں پیدا ہوئے، اسی نسبت سے آپ کو سیوطی کہا جاتا ہے۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ابھی پانچ برس کے تھے کہ والدِ گرامی قدس سرہ السامی انتقال فرما گئے۔

تعلیم وتربیت:

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ صرف نامور مصنف، بلند پایہ مفسر، محدث، فقیہ، ادیب، شاعر، مؤرّخ اور ماہر لغت ہی نہ تھے بلکہ اپنے زمانے کے مجدِّد بھی تھے۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا حافظہ نہایت قوی تھا، آٹھ برس کی عمر میں قرآن مجید حفظ کرلیا پھر دیگر علوم وفنون کے حصول میں مصروف ہوگئے، علمِ حدیث میں بدرالمحدثین علامہ بدرالدین عینی حنفی علیہ رحمۃ اللہ الغنی، حافظ سخاوی علیہ رحمۃ اللہ الکافی اور دیگر جلیل القدر محدثین رحمہم اللہ تعالیٰ سے استفادہ کیا۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے تصوف اور سلوک کی منازل مشہور صوفی بزرگ شیخ کمال الدین محمد بن محمد مصری شافعی علیہ رحمۃ اللہ الوافی کے زیرِ سایہ طے کیں اور انہی کے دستِ مبارک سے خرقۂ تصوف پہنا اور خَلقِ خدا کو فیض یاب کیا۔

آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو **۸۷۱ھ** میں جامعہ شیخونیہ میں شیخ الحدیث کا منصب ملا ،اسی جامعہ میں درس وتدریس کے دوران قاضی عیاض رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی کتاب ''**الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ**'' آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے حلقہ درس میں مکمل ختم ہوئی۔

تقویٰ وپرہیزگاری:

آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تقویٰ وتزکیہ کے اعلیٰ مقام پر فائز تھے، اکثر اوقات یادِالٰہی عزوجل میں مستغرق رہتے ،نمازِتہجد باقاعدگی سے ادا فرمایا کرتے تھے، اگر کبھی رہ جاتی تو اتنے پریشان ہوتے کہ بیمار پڑ جاتے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے لقب عطا فرمایا:

علوم حدیث میں آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی ذات سے مسلمانانِ عالم نے بڑا فیض حاصل کیا، علمِ حدیث میں آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی مقبولیت کا یہ عالم تھا کہ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو بارگاہِ رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے **شیخ الحدیث** کا لقب عطا ہوا۔ چنانچہ،

آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ خود فرماتے ہیں کہ ربیع الاول ۹۰۴ھ جمعرات کی شب میں نے خواب میں دیکھا کہ میں دربارِ رسالت علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں حاضر ہوں، میں نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حدیث پاک کے بارے میں اپنی ایک تالیف کا تذکرہ کرتے ہوئے عرض کی: ''اگر اجازت مرحمت فرمائیں تو اس میں سے کچھ پڑھ کر سناؤں؟'' حضورِ اکرم، رسولِ محتشم، شاہِ بنی آدم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''**سناؤ شیخ الحدیث!** مجھے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا شیخ الحدیث کے الفاظ سے یاد فرمانا دنیا ومافیہا سے اچھا معلوم ہوا۔'' (جامع الاحادیث، ج۱، ص۱۲)

75 مرتبہ دیدارِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم:

آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بہت بڑے عاشق رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تھے، اوراس کااندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو پچھتر 75 مرتبہ حالتِ بیداری میں حضورصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت نصیب ہوئی۔

تصانیف:

آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کواپنی ذہانت کی بناپر دولاکھ احادیث یاد تھیں۔علمِ حدیث میں دوسو سے زائد کتابیں تصنیف کیں ۔آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جلیل القدرمفسّر بھی تھے ۔ تفسیر بالماثور میں ''الدرالمنثور'' اورلغت میں ''جلالین '' آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی قرآن فہمی کا واضح ثبوت ہے۔آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تصنیف وتالیف کے میدان میں اپنی مثال آپ تھے ،کثرتِ تالیفات میں آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کونہایت بلند مقام حاصل ہے۔آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی تصانیف وتالیفات پانچ سو سے زائد ہیں۔آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی چندمشہور کتابوں کے نام یہ ہیں:

(۱)الدر المنثور فی التفسیر بالماثور(۲)الاتقان فی علوم القران (۳)جمع الجوامع او الجامع الکبیر(٤)الجامع الصغیر(٥)تدریب الراوی فی تقریب النووی (٦)طبقات الحفّاظ(۷)اللائی المصنوعة فی الاحادیث الموضوعة(۸)قوت المغتذی علی جامع الترمذی(۹)تفسیر جلالین (نصف اول) (۱۰)لباب المنقول فی اسباب النزول(۱۱)الدررالکامنه فی اعیان المئة الثامنة (۱۲)الحاوی للفتاوی

وفات:

۹۰۶ ھ ہجری میں آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنے گھر ''روضۃ المقیاس'' میں خلوت نشین ہو گئے، آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا دل دُنیا اور اہل دنیا سے اُکتا گیا، ہمہ تن یادِ الٰہی عزوجل میں مشغول رہنے لگے۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا وصال ۱۹ جمادی الاولیٰ ۹۱۱ ھ میں ہوا۔ اس طرح آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ۶۲ سال کی عمر پائی۔

﴿اللہ عزوجل کی اُن پر رحمت ہو..اور..اُن کے صدقے ہماری مغفرت ہو۔ آمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ علیہ وسلم﴾

اللہ......اللہ......اللہ......اللہ......اللہ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم قاسمِ نعمت ہیں

حضرتِ سیدنا امیر مُعاوِیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی پاک، صاحب لولاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا، ''اللہ تعالیٰ جس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے اسے دین میں سمجھ بوجھ عطا فرماتا ہے اور میں تقسیم کرتا ہوں اور اللہ عزوجل عطا فرماتا ہے۔ اس امت کا معاملہ ہمیشہ درست رہے گا یہاں تک کہ قیامت قائم ہو جائے اور اللہ عزوجل کا حکم آ جائے۔''

(صحیح البخاری، کتاب العلم، باب من یرد اللہ بہ .... الخ، رقم ۷۱، ج ۱، ص ۴۲)

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ
اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

حضرت سیدنا موسیٰ و سیدنا خضر علیہما السلام کی ملاقات

حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما حضرت سیدنا اُبی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت فرماتے ہیں کہ رسولِ اَکرم، نورِ مجسّم، شاہِ بنی آدم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت سیدنا موسیٰ کلیم اللہ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی حضرت سیدنا خضر علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ ملاقات کا واقعہ ذکر فرمایا، ساتھ ہی حضرت سیدنا خضر علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے لڑکے کو قتل کرنے اور حضرت سیدنا موسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس پر اعتراض کرنے کو بیان فرمایا، حضرت سیدنا خضر علیہ السلام نے ان سے فرمایا: ''اے موسیٰ (علیہ السلام)! مَیں اللہ عزوجل کی طرف سے ایسے علم پر مامور ہوں جو مجھے اللہ عزوجل نے سکھایا ہے۔ آپ کے لئے یہ مناسب نہیں کہ آپ اسے جانیں اور آپ ایسے علم پر مامور ہیں جو اللہ عزوجل نے آپ کو سکھایا ہے میرے لئے یہ مناسب نہیں کہ میں اسے جانوں۔''

(صحیح البخاری، کتاب التفسیر، باب فلما جاوزا قال...... الخ، الحدیث ۴۷۲۷، ج۳، ص ۲۶۹)

شیخ سراج الدین بلقینی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ [1] (724-805ھ) فرماتے ہیں کہ یہاں اشکال یہ ہے کہ مذکورہ دونوں صورتوں کے علم کا حاصل کرنا کیونکر مناسب نہیں۔

پھر اس کا جواب ارشاد فرماتے ہیں کہ ''یہاں علم کو اس کے نافذ کرنے پر محمول کیا گیا ہے اور ''لَا یَنْبَغِیْ لَکَ اَنْ تَعْلَمَہٗ'' کا معنی یہ ہے کہ آپ اس علم پر عمل

[1] حافظ الحدیث، المحدث شیخ سراج الدین ابو حفص عمر بن رسلان بن نصیر البلقینی، الشافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، آپ مصر کے شہر بلقینہ میں پیدا ہوئے قاہرہ میں تعلیم حاصل کرنے کے بعد شام میں منصبِ افتاء پر فائز ہوئے، آپ علیہ الرحمہ زبردست فقیہ تھے، آپ کی چند مشہور کتب یہ ہیں، تصحیح المنہاج، محاسن الاصطلاح، حواش علی الروضۃ وغیرہ۔

(معجم المؤلفین، ج ۲، ص ۵۵۸، الاعلام لزرکلی، ج ۵، ص ۴۶)

کرنے کے لئے اسے حاصل نہ کریں کیونکہ اس (باطنی) علم کے مطابق عمل کرنا اقتضائے شرع کے منافی ہے اور میرے لئے یہ مناسب نہیں کہ میں اس (ظاہری) علم کو حاصل کروں اور اس کے مطابق عمل کرنے لگوں اس لئے کہ وہ اقتضائے حقیقت کے منافی ہے اسی لئے اگر نبیٔ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی پیروی کرنے والے کسی ولی پر حقیقتِ حال آشکار ہو جائے تو اس کے لئے یہ جائز نہیں کہ اسے حقیقت کے مطابق نافذ کرے بلکہ اس پر لازم ہے کہ ظاہری حکم ہی نافذ کرے۔

(شیخ سراج الدین بلقینی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا کلام ختم ہوا۔)

علامہ کمال الدین زملکانی شافعی علیہ رحمۃ اللہ الکافی [1] (667-727ھ) جو کہ مجتہدین میں سے ہیں، "تَحْقِیْقُ الْاُوْلیٰ مِنْ اَھْلِ الرَّفِیْقِ الْاَعْلیٰ [2]" کے نام سے موسوم اپنی کتاب میں فرماتے ہیں: "معقول بات یہ ہے کہ نبیٔ کریم، رء وف رحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اپنی ذاتِ بابرکات، دعوتِ دین اور محشر کے اعتبار سے سب سے **کامل** ہیں اور یہ تمام باتیں مقام ومرتبہ کی خوبیوں سے ہیں۔"

سرکارِ دوعالم، نورِ مجسّم، شاہِ بنی آدم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اپنی ذاتِ والا صفات میں سب سے **کامل** اس لئے ہیں کہ ہر وہ مرتبہ اور صفت جس کے ساتھ کوئی نبی

---

[1] مولانا کمال الدین محمد بن علی بن عبد الواحد الزملکانی، الشافعی آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ابن الزملکانی کے نام سے مشہور ہیں، مذہب شافعیہ کے زبردست فقیہ تھے، دمشق میں پیدا ہو کر وہیں تعلیم حاصل کی بعد ازاں منصبِ تدریس وافتاء پر فائز رہے، مقام بلبیس میں آپ کی وفات ہوئی اور قاہرہ میں دفن کئے گئے آپ کی مایہ ناز تصانیف، شرح فصوص الحکم لابن عربی، تعلیقات علی المنہاج للنووی، تحقیق الاولی من اھل الرفیق الاعلی، ہیں۔

(معجم المؤلفین، ج ٣، ص ٥٢٠، الاعلام لزرکلی، ج ٦، ص ٢٨٤)

[2] تحقیق الاولی من اھل رفیق الاعلی، للشیخ کمال الدین محمد بن علی بن الزملکانی، الشافعی۔

(کشف الظنون، ج ١، ص ٣٧٧)

خاص ہوئے وہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم میں سب سے بڑھ کر پورے کمال کے ساتھ بدرجۂ اَتم پائی جاتی ہے پس آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت ورسالت سب سے اَتم اور اکمل ہے اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اللہ عزوجل کے **خلیل** ہونے کے ساتھ ساتھ **محبوب** بھی ہیں۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو دیدارِ الٰہی عزوجل کے ساتھ ساتھ ہم کلام ہونے کا شرف بھی بخشا گیا۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو قُربِ خاص کے لئے منتخب فرمایا گیا۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سب سے زیادہ **حسین** اور **اَخلاق** میں سب سے اعلیٰ ہیں۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو مغفرت کے ساتھ عصمت کا کمال بھی حاصل ہے اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ذات ہی سب سے قریب اور لائق اِتباع ہے۔

اگر عرب کی فصاحت وبلاغت میں دیکھا جائے تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہر مقام میں اعلیٰ اور اکمل ہیں اور اگر اخلاق کی پاکیزگی اور حسب ونسب کی بزرگی کو دیکھا جائے تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہر لحاظ سے سب سے کامل ہیں۔

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو **اخلاقِ کریمہ** کی تکمیل کے لئے بھیجا گیا اور سب سے بہتر زمانے اور پاکباز گھرانوں میں مبعوث فرمایا گیا۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ایسی برگزیدہ ہستی ہیں جنہیں حضرت سیدنا اسماعیل علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی اولاد سے اختیار کیا گیا، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہدایات اور عبادات کے امام ہیں، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے سبب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے اگلوں اور پچھلوں کے گناہ معاف کردیئے گئے۔

اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے:

اُولٰٓئِکَ الَّذِیۡنَ ہَدَی اللّٰہُ فَبِھُدٰھُمُ اقْتَدِہۡ (پ۷، الانعام: ۹۰)

ترجمۂ کنزالایمان: یہ ہیں جن کو اللہ نے ہدایت کی تو تم انہیں کی راہ چلو۔

اللہ عزوجل نے ہدایت کے معاملے میں حضورِ اکرم، نورِ مجسّم، شاہِ بنی آدم صلی

اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو اَنبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی راہ چلنے کا حکم فرمایا پس ہر وہ چیز جو اُن کے لئے باعث ہدایت تھی اس کی اقتدا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر بھی واجب ہے اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم واجب ترک کرنے سے **معصوم** ہیں۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تمام سابقہ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی ہدایت لے کر آئے پس آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ بابرکات میں ہر وہ چیز جمع ہوگئی جو متفرق طور پر اُن میں پائی جاتی تھی۔

اللہ عزوجل نے سابقہ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام سے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت پر ایمان لانے کا پختہ عہد لیا، اسی لئے (شبِ معراج) آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ان سے آگے بڑھے اور نماز پڑھائی۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے شرف وفضیلت کے لئے اِتنا ہی کافی ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تمام انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے امام ہیں۔

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم دعوتِ دین میں بھی سب سے کامل ہیں اس لئے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی شریعت تمام انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی شریعتوں کے لئے ناسخ ہے اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی دعوت ان کے لئے اور ان کے امتیوں کے لئے عام ہے۔ پس آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم امام اور وہ سارے مقتدی ہیں۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم متبوع (یعنی جس کی اتباع کی جائے) اور وہ تمام تابع (یعنی اِتباع کرنے والے) ہیں۔

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے **معجزات** سب سے کامل ہیں اس لئے ہر نبی علیہ السلام کے معجزہ کی مثل یا اس سے اکمل معجزہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو عطا فرمایا گیا۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ بابرکات ایسے معجزات کے ساتھ مختص ہے جو کسی اور نبی علیہ السلام کو حاصل نہیں۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی کتاب (یعنی قرآنِ کریم) تمام کتابوں سے **اَشرف واکمل** اور وہ ایسی محفوظ کتاب ہے کہ اس کی طرف اس کے

سامنے اور پیچھے سے باطل نہیں آسکتا اور نہ ہی کوئی چیز اسے منسوخ کرسکتی ہے۔آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے معجزات ہمیشہ کے لئے باقی ہیں،انہی میں سے ایک قرآنِ مجید ہے اور وہ معجزات جو ایک ایک کرکے قیامت تک ظاہر ہوتے رہیں گے۔

اور حضورِ اکرم،نورِ مجسَّم،شاہِ بنی آدم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم محشر میں بھی سب سے کامل ہوں گے کہ اس دن لوائے حمد (یعنی حمد کا جھنڈا) آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھ میں ہوگا اور انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام اس کے نیچے ہوں گے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ان کے قائد اور شفیع ہوں گے اور قیامت کے دن سب سے پہلے شفاعت فرمانے والے بھی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہی ہوں گے۔

سرکارِ اَبد قرار،شفیعِ روزِ شمار،محبوبِ پروردگار عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت سب سے پہلے قبول کی جائے گی۔آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم مقامِ محمود پر جلوہ افروز ہوں گے،اس دن سب سے زیادہ اُمتی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ہوں گے۔ جنت جسے دارِ جزا بھی کہتے ہیں،اس میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا درجہ سب درجات سے اعلیٰ ہوگا۔آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم مقامِ وسیلہ کے مالک ہیں جو کہ جنت کا سب سے اعلیٰ درجہ ہے،جسے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے علاوہ کوئی بھی نہ پاسکے گا۔

اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی اُمّت تمام اُمتوں سے افضل ہے۔آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے اُمتی شفاعت کریں گے اور ان کی شفاعت مقبول ہوگی،ان اُمتیوں میں صدیق،شہداء اور صالحین ہوں گے۔

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تمام جہانوں کے لئے رحمت ہیں،آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر خالقِ ارض وسماء (یعنی زمین وآسمان کو پیدا کرنے والے) کے ذکر کے ساتھ بلند ہوگا،آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم حوضِ کوثر کو زینت بخشیں گے،قیامت کے دن آپ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی اُمت تمام اُمتوں پر گواہ ہوگی، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے فضائل ومناقب ختم نہیں ہوسکتے اور نہ ہی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ان فضائل ومناقب کو اولین وآخرین میں سے کوئی پہنچ سکتا ہے۔

پھر علامہ زملکانی علیہ رحمۃ اللہ الوالی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ''ہم نے یہ بات اجمالاً ذکر کی ہے کہ ہمارے پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے معجزات دیگر انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے معجزات کی مثل یا ان سے بھی بڑھ کر ہیں۔ ان تمام کی تفصیل تقاضا کرتی ہے کہ ان سارے معجزات کو بیان کر دیا جائے جو انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام سے ظاہر ہوئے اور رسولِ کریم، رء وف رحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے معجزات کی تخصیص اور ہر فرد کے مقابل اسی کی مثل آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا معجزہ بیان کر دیا جائے۔

اور یہ بات ایک ''مستقل کتاب'' کا تقاضا کرتی ہے لیکن ہمارے ذکر کردہ بیان کی وضاحت کے لئے تفصیلِ اجمالی کا ہونا ضروری ہے۔ اس کا بیان دو مقدموں پر مشتمل ہے۔''

اللہ اللہ اللہ اللہ اللہ اللہ اللہ اللہ

پہلا مقدمہ

اُصولِ دین کے علم میں یہ بات ثابت شدہ ہے کہ کراماتِ اولیاء رحمۃ اللہ تعالٰی علیہم اجمعین کو ثابت کرنا یہ اہلسنت کا طریقہ ہے اور یہ کہ نبی کا ہر معجزہ ولی کے لئے بطورِ کرامت واقع ہوسکتا ہے اور ایسی کرامات جو اس اُمت کے اولیاء کرام رحمہم اللہ تعالٰی جیسے صحابہ کرام، تابعین عظام اور بعد میں آنے والے اولیاء کرام رضوان اللہ تعالٰی علیہم اجمعین سے صادر ہوئی ہیں وہ پچھلی اُمتوں میں سے کسی امت میں واقع ہوسکتی ہیں۔

جو شخص بھی اس موضوع پر لکھی گئی کتب اور سلف صالحین کے واقعات میں غور وفکر کرے گا اس پر ہماری ذکر کردہ یہ بات واضح ہوجائے گی۔

حقیقت یہ ہے کہ ہر وہ کرامت جو کسی ولی کو اِتباعِ نبی علیہ السلام سے حاصل ہو وہ اس نبی علیہ السلام ہی کی طرف منسوب ہوتی ہے جس کی وہ اتباع کرتا ہے اور یہ بھی اس نبی علیہ السلام کے معجزات میں سے ایک معجزہ ہوتا ہے اس لئے کہ یہ کرامت اس ولی کو اس نبی علیہ السلام کی اتباع کرنے، ان پر ایمان لانے، ان کے لائے ہوئے ہر حکم کو قبول کرنے اور ان کی شریعت کے مطابق عمل کرنے کی وجہ سے حاصل ہوتی ہے اور اگر بالفرض وہ اپنے نبی علیہ السلام کی مخالفت کرتا ہے تو ان کی مخالفت کرنے کی وجہ سے اسے کرامت حاصل نہیں ہوسکتی۔

اگر ولی اس کرامت کو اس بات کے لئے دلیل بنائے کہ وہ اسے اپنے نبی علیہ السلام کی مخالفت کی وجہ سے حاصل ہوئی ہے تو ہم اسے کرامت نہیں کہیں گے بلکہ اسے تمویہات (یعنی جھوٹی اور خلافِ واقعہ باتوں) اور شیطانی احوال میں شامل کریں گے۔

لہذا اتباع کرنے والے کو اپنے نبی علیہ السلام کی اتباع کے سبب ہی کرامت حاصل ہوسکتی ہے اس لئے کہ جو کرامت کسی ولی کو حاصل ہوتی ہے وہ اس چیز کے صحیح ہونے پر دلیل ہے جس پر وہ قائم ہے اور اس کے لئے اس کرامت کا حصول ممکن بنانے والی اس رسول علیہ السلام کی شریعت ہی ہے۔ لہذا اس کی کرامت اس کے نبی علیہ السلام کے دعوئ نبوت میں سچا ہونے پر دلیل ہے۔

معجزہ کی تعریف

ہمارے نزدیک معجزہ سے مراد ہر وہ خارِق عادت (یعنی خلاف عادت) اَمر ہے جو نبوت کے دعویدار کی سچائی پر دلالت کرنے والا ہو۔

اعتراض : ''معجزہ ایسا خارق عادت اَمر ہوتا ہے جو دعوئ نبوت کے ساتھ ملا ہوا ہو چونکہ اولیاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کی کرامات دعوئ نبوت کے ساتھ ملی ہوئی نہیں ہوتیں پس ان کی کرامات معجزہ میں داخل بھی نہیں؟''

جواب: ہم کہتے ہیں: ''معجزہ کی تعریف پر معترضین کا یہ اعتراض وارد نہیں ہوسکتا کیونکہ تعریف میں ان کے اس قول کہ ''وہ دعوئ نبوت کے ساتھ ملا ہوا ہو۔'' کا معنی یہ ہے کہ وہ صرف دعوئ نبوت کے زمانے میں سچائی پر دلالت کرنے کے لئے واقع ہو، ہر معجزہ کے لئے یہ شرط نہیں کہ معجزہ دکھانے والا معجزہ کے وقوع کے وقت دعوئ نبوت کا ذکر کرے، اس لئے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے ظاہر ہونے والے بہت سے ایسے خارقِ عادت امور کے معجزات ہونے پر اجماع ہے جو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے معجزات تھے مگر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے وقوع کے وقت ان کے ساتھ دعوئ نبوت ذکر نہیں فرمایا بلکہ دعویٰ کے مطابق محض معجزات کے

حاصل ہونے کو کافی جاننا۔'' اور معجزہ کے دعوئ نبوت کے ساتھ ملے ہوئے ہونے کا یہی مفہوم ہے۔

یوں ہی اور بھی کثیر معجزات ہیں جو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ظاہری وصال کے بعد ظاہر ہوئے اور کئی ایسے ہیں جو علمِ غیب سے تعلق رکھتے ہیں جن کے متعلق آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے خبر دی کہ وہ ظاہر ہوں گے جن میں سے بعض آخری زمانہ میں ظاہر ہوں گے جس طرح حضرت سیدنا عیسیٰ روح اللہ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کا نزول فرمانا وغیرہ، تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے وصالِ ظاہری فرمانے کے بعد ان تمام امور کے وُقوع نے انہیں معجزات سے نہیں نکالا کیونکہ یہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی صداقت پر دلالت کرتے ہیں اور اس لئے بھی کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی دعوت قیامت تک کے لئے ہے۔

اور اس اُمت میں اولیاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کی کرامات اسی باب سے ہیں یہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی صداقت پر دلالت کرنے والی ہیں اور جو کرامات آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے زمانۂ دعوت میں واقع ہوئیں وہ بھی حقیقت میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہی کا معجزہ ہیں۔

دوسرا مقدمہ

یقیناً ہر وہ معجزہ جو حضرت سیدنا آدم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام سے لے کر ہمارے پیارے آقا، مدینے والے مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ تک ظاہر ہوا وہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا معجزہ بھی ہے اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی صداقت پر دلیل بھی، کیونکہ تمام انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام نے اپنی اپنی قوم کو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی آمد کی بشارت دی اور انہیں بتایا کہ اس نبی مکرّم، شفیعِ معظّم، رسولِ محتشم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی دعوت عام ہوگی۔ چنانچہ،

اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے:

وَاِذْ اَخَذَاللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّحِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَاَخَذْتُمْ عَلٰى ذٰلِكُمْ اِصْرِىْ قَالُوْٓا اَقْرَرْنَا قَالَ فَاشْهَدُوْا وَاَنَا مَعَكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ۝

(پ۳، آل عمران:۸۱)

ترجمۂ کنزالایمان: اور یاد کرو جب اللہ نے پیغمبروں سے ان کا عہد لیا۔ جو میں تم کو کتاب اور حکمت دوں پھر تشریف لائے تمہارے پاس وہ رسول کہ تمہاری کتابوں کی تصدیق فرمائے۔ تو تم ضرور ضرور اس پر ایمان لانا اور ضرور ضرور اس کی مدد کرنا۔ فرمایا کیوں! تم نے اقرار کیا اور اس پر میرا بھاری ذمہ لیا سب نے عرض کی ہم نے اقرار کیا، فرمایا تو ایک دوسرے پر گواہ ہوجاؤ اور میں آپ تمہارے ساتھ گواہوں میں ہوں۔

اللہ عزوجل نے اپنے اس فرمان ثُمَّ جَآءَ کُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ میں حضور نبیِّ پاک، صاحبِ لَوْ لاک، سیّاحِ افلاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لانے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی مدد کرنے اور ان کی طرف آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو رسول بنا کر بھیجنے پر انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام سے پختہ عہد لیا اور نبیِّ مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے امیر المؤمنین حضرت سیدنا عمر فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا: "اگر موسیٰ (علیہ السلام) زندہ ہوتے تو ان کے لئے بھی میری اتباع کے سوا کوئی گنجائش نہ ہوتی۔" (تفسیر البحر المحیط، سورۃ الکھف، تحت الآیۃ:٦٥، ج٦، ص ١٣٩)

اسی طرح نزول کے بعد حضرت سیدنا عیسیٰ ابن مریم علی نبینا وعلیہما الصلوٰۃ والسلام ہمارے نبیِّ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی شریعت پر ایمان لائیں گے اور اس پر عمل کریں گے اور ہمارے امام (یعنی امام مہدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے پیچھے نماز پڑھیں گے پس ہر نبی کا معجزہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے دعویٰ کی صداقت کی دلیل ہے۔

ہر نبی علیہ السلام نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی آمد کی خوشخبری دی اور اپنی قوم کو ہمارے نبیِّ مکرّم، تاجدارِ دوعالم، نورِ مجسّم، شاہِ بنی آدم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لانے کی دعوت دی اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی شریعتِ مطہرہ کے آجانے کے بعد اپنی شریعت کو منسوخ کر دینے کا حکم فرمایا، لہٰذا تمام انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے معجزات ہمارے نبیِّ کریم، رءُوف رحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی صداقت پر دلیل ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ وہ معجزات آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بھی معجزات ہیں۔

معجزات میں یہ شرط نہیں کہ وہ مدعیِ نبوت کے ہاتھ پر دعویٰ کے وقت ہی صادر ہوں بلکہ بعض اوقات ایسے خارقِ عادت اُمور اُس نبی کی سچائی پر دلالت

کرنے کے لئے صادر ہوتے ہیں جس نے نبوت کے ساتھ ظاہر ہونا ہوتا ہے جیسے وہ خارقِ عادت اُمور جو زمانہ فترت (یعنی دو انبیاء کرام علیہما السلام کے درمیانی زمانہ) میں واقع ہوئے اور ایسے احوال جو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت باسعادت اور پھر پہلی وحی کے آنے تک کے عرصہ کے دوران ظاہر ہوئے۔

اے میرے بھائی! مذکورہ دونوں مقدمے تجھ پر حضور نبی مُکرَّم، نُورِ مُجسّم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے معجزات کی وسعت اور کثرت کو اچھی طرح واضح اور ظاہر کرتے ہیں کہ دوسروں کے معجزات درحقیقت آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہی کے معجزات ہیں، تو پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ جو کچھ نبی آخر الزمان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اپنے ساتھ لائے وہ سب سے اَتم واَکمل اور سب سے اچھا نہ ہو۔ (علامہ زملکانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا کلام ختم ہوا۔)

شیخ تقی الدین سبکی علیہ رحمۃ اللہ القوی [1] (683-756ھ) کی کتاب ''اَلسَّیْفُ الْمَسْلُوْلُ عَلٰی مَنْ سَبَّ الرَّسُوْل [2]'' میں ہے کہ امام ابوداؤد [3] (202-275ھ)

---

[1] شیخ الاسلام تقی الدین علی بن عبدالکافی بن علی السبکی، الانصاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مصر کے علاقہ ''سبک'' میں پیدا ہوئے، علمِ فقہ اپنے والد سے سیکھا اور دیگر علماء سے بھی فیضیاب ہوئے، قاہرہ میں آپ کا وصال ہوا، بہت سے علوم وفنون مثلاً تفسیر، حدیث، فقہ، لغۃ، ادب، وغیرہ میں مہارت حاصل کی، آپ کی مشہور تصانیف، الابتہاج فی شرح المنہاج للنووی، الدر النظیم فی تفسیر قرآن العظیم، السیف المسلول علی من سب الرسول، شفاء السقام فی زیارۃ خیر الانام، ہیں۔

(معجم المؤلفین، ج ۲، ص ٤٦١، الاعلام لزرکلی، ج ٤، ص ٣٠٢)

[2] السیف المسلول علی من سب الرسول للشیخ تقی الدین علی بن الکافی السبکی آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کتاب کو چار ابواب پر مرتب فرمایا، ماہ رمضان المبارک ۷۳۴ھ میں آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس کتاب کی تصنیف سے فارغ ہوئے

(کشف الظنون، ج ۲، ص ١٠١٨)

[3] حافظ الحدیث، المحدث الامام ابوداؤد سلیمان بن الاشعث بن اسحاق بن بشیر بن شداد الازدی، السجستانی آپ کی مشہور تصانیف میں سے کچھ یہ ہیں، السنن، المراسیل، کتاب الزھد وغیرہ۔

(معجم المؤلفین، ج ۱، ص ٧٨٤، الاعلام لزرکلی، ج ٣، ص ١٢٢)

نے سیدنا امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہما[۱] (164-241ھ) سے حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس فرمان کے متعلق سوال کیا کہ جب ایک شخص نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو غصہ دلایا تو حضرت سیدنا ابو برزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی: ''کیا میں اسے رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو گالی دینے کی وجہ سے قتل نہ کردوں؟ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: ''نہیں، اس لئے کہ یہ حکم دینا رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کسی کے لئے جائز نہیں۔''

سیدنا امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے اس وقت تک قتل کرنا جائز نہ تھا جب تک کہ فرمانِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے مطابق تین باتوں میں سے ایک بات نہ پائی جاتی۔

(۱) ایمان کے بعد کفر اختیار کرنا (۲) احصان (یعنی شادی) کے بعد زنا کرنا اور (۳) کسی کو ناحق قتل کرنا۔

(سنن ابی داؤد، کتاب الحدود، باب الحکم فی من سبّ النبی صلّی اللّٰہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلّم، الحدیث: ۴۳۶۳، ج۴، ص۱۷۳، بدون "بغیر الثلاثۃ")

جبکہ نبیٔ کریم، رءُوف رحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو اختیار تھا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ان تین باتوں کے نہ پائے جانے کے باوجود بھی اس کے قتل کا حکم دے دیں۔ لہذا یہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے خصائص میں سے ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اس کے قتل کا حکم بھی دے سکتے ہیں جس کا ایسا کوئی سبب لوگوں کو معلوم نہ ہو جو اس کے قتل کو جائز قرار دے۔ پس لوگوں پر لازم ہے کہ وہ اس فیصلے پر آپ صلی اللہ

[۱] امام الحدیث والفقہ، امام المذہب الحنبلی ابوعبداللہ احمد بن محمد بن حنبل الشیبانی، البغدادی، آپ کی مایہ ناز تصانیف، المسند، کتاب الزھد، المناسک، وغیرہ ہیں۔ (معجم المؤلفین، ج۱، ص۲۶۱، الاعلام لزرکلی، ج۱، ص۲۰۳)

تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت کریں کیونکہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اسی بات کا حکم فرماتے ہیں جس کا اللہ عزوجل آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو حکم فرماتا ہے اور یہ دونوں خصوصیات شہنشاہِ خوش خِصال، پیکرِ حُسن وجمال، دافِعِ رنج ومَلال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے علاوہ کسی اور کو حاصل نہیں۔

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے وصالِ ظاہری کے بعد دوسری خصوصیت کا باب ہمیشہ کے لئے بند ہو گیا جبکہ پہلی خصوصیت جس میں گالی دینے والے کے قتل کا حکم ہے وہ بند نہیں ہوا، پس ائمہ کرام رحمہم اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ان دو احکام کو پورا کرنے میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے قائم مقام ہیں۔

شیخ تقی الدین سبکی علیہ رحمۃ اللہ القوی فرماتے ہیں کہ حضرت سیدنا خضر علیہ السلام نے اس لڑکے کو کافرانہ فطرت کی وجہ سے قتل کر دیا تھا تو یہ آپ علیہ السلام کے ساتھ خاص ہے کیونکہ شریعت کی رو سے کسی بچے کو قتل کرنا اور وہ بھی اس کے مسلمان والدین کے سامنے کسی صورت میں جائز نہیں اگر فرض بھی کر لیں کہ اللہ عزوجل نے حضرت سیدنا خضر علیہ السلام کی طرح بعض اولیاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کو بچے کے حال کے متعلق بتا دیا ہو تو پھر بھی شریعت مطہرہ کی رو سے اس بچے کو قتل کرنا جائز نہیں۔

حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے متعلق ہے کہ جب نجدہ الحروری[1] نے انہیں ایک عریضہ لکھا جس میں اس نے سوال پوچھا کہ کیا وہ بچوں کو قتل کر سکتا ہے؟ تو حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے لکھ کر بھیجا: ''اگر تُو خضر ہے اور مؤمن

[1] نجدہ بن عامر الحروری (۳۶ تا ۶۹ ھ) ایک قول یہ ہے کہ ۷۲ ہجری میں خارجی ہونے کی وجہ سے سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اصحاب نے اسے قتل کیا۔ (مرآۃ الجنان، ج ۱، ص ۱۱۶، الاعلام للزرکلی ج ۸، ص ۱۰)

اور کافر کی پہچان رکھتا ہے تو پھر انہیں قتل کر دے۔''

اس سے حضرت سیدنا اِبن عباس رضی اللہ تعالی عنہما نے نجدہ کی دلیل کو رد کرنے، اس کے ناممکن چیز پر اِنحصار کرنے، حضرت سیدنا خضر علیہ السلام کے فیصلہ سے دلیل پکڑنے کے اِمکان اور طمع کو ختم کرنے کا ارادہ فرمایا۔

(المسند للامام احمد بن حنبل، مسند عبداللہ بن عباس، الحدیث: ۱۹۶۷، ج ۱، ص ۴۸۲)

آپ رضی اللہ تعالی عنہ کا مقصود ہرگز یہ نہ تھا کہ اگر اسے معرفت (یعنی پہچان) حاصل ہو جائے تو قتل کرنا جائز ہو جائے گا کیونکہ شریعت اس کا تقاضا نہیں کرتی اس لئے کہ بچہ ابھی کافر نہیں بلکہ بعد میں کافر ہوگا تو جو چیز (یعنی کفر) ابھی تک حاصل نہیں ہوئی اس کے سبب سے کیسے قتل کیا جا سکتا ہے۔

قطعی بات یہ ہے کہ بچے کو کفرِ حقیقی یا ایمانِ حقیقی کے ساتھ متصف نہیں کیا جا سکتا۔ حضرت سیدنا خضر علیہ السلام کے واقعہ کو اس بات پر محمول کیا جائے گا کہ آپ علیہ السلام کی ایک مستقل شریعت تھی، یہ قول ان کا ہے جن کے مطابق حضرت سیدنا خضر علیہ السلام نبی ہیں۔ (علامہ سبکی علیہ رحمۃ اللہ القوی کا کلام ختم ہوا)

کتاب لکھنے کا سبب

مَیں نے بیان کر دیا ہے کہ سرکارِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ، باعثِ نُزولِ سکینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے خصائص میں سے یہ بھی ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے لئے حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کی مثل ظاہر اور شریعت کے مطابق اور حضرت سیدنا خضر علیہ السلام کی طرح باطن اور حقیقت کے مطابق فیصلہ کرنا جمع کر دیا گیا اور یہ ایسی خصوصیت ہے جس کے ساتھ صرف آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو ہی اللہ عزوجل نے متصف فرمایا۔ اس بارے میں علماء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کے اقوال اور مستند اَحادیثِ مبارکہ موجود ہیں۔

اللہ اللہ اللہ اللہ اللہ اللہ اللہ

فرمانِ مصطفیٰ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم: ''تمہارا کسی کو کتاب اللہ عزوجل کی ایک آیت سکھانے کے لئے جانا تمہارے لئے سو رکعتیں ادا کرنے سے بہتر ہے اور تمہارا کسی کو علم کا ایک باب سکھانے کے لئے جانا خواہ اس پر عمل کیا جائے یا نہ کیا جائے تمہارے لئے ہزار رکعتیں ادا کرنے سے بہتر ہے۔''

(سنن ابن ماجه، كتاب السنة، الحديث: ٢١٩، ج ١، ص ١٤٢)

اقوالِ علماء کی اقسام

اقوال علماء رحمہم اللہ تعالیٰ کی دو اقسام ہیں:

(۱)......تفصیلی اقوال:

علامہ قرطبی علیہ رحمۃ اللہ القوی[۱] اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ علماء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کا اس پر اجماع ہے کہ ''کوئی بھی اپنے علم سے کسی کے قتل کا فیصلہ نہیں دے سکتا، البتہ نبی کریم، رء وف رحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ایسا کر سکتے ہیں اور یہ انہی کے ساتھ خاص ہے۔'' (علامہ قرطبی علیہ رحمۃ اللہ القوی کا کلام ختم ہوا)

(شرح السنن النسائی، کتاب آداب القضاۃ، باب الحکم بالظاھر، الحدیث:۵۴۰۶، الجز۷، ص۱۱۴)

اے بھائی! تیرے لئے اِس امامِ جلیل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا اس پر اجماع نقل کر دینا ہی کافی ہے۔

حضرت ابن دحیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ[۲] (544-633ھ) فرماتے ہیں: ''یہ نبی پاک، صاحبِ لولاک، سیاحِ افلاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خصوصیت ہے۔ لہذا اگر کوئی بغیر دلیل قائم کئے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر زنا کی تہمت لگا دے تو آپ صلی اللہ تعالیٰ

[۱] ابو عبداللہ محمد بن احمد بن ابی بکر بن فرح الانصاری، الاندلسی، القرطبی، المالکی آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی مشہور تصانیف میں سے، الجامع لاحکام القرآن جو تفسیر **القرطبی** کے نام سے مشہور ہے اور الاسنی فی شرح اسماء الحسنی، التذکار فی افضل الاذکار، وغیرہ۔ (معجم المؤلفین، ج۳، ص۵۲، الاعلام للزرکلی، ج۵، ص۳۲۲)

[۲] الحافظ، المحدث، ابوالخطاب عمر بن الحسن بن علی بن محمد الاندلسی، ۱۴ ربیع الاول کو قاہرہ میں آپ کا وصال ہوا، آپ کی مشہور تصانیف میں سے کچھ یہ ہیں، التنویر فی مولد السراج المنیر، نھایۃ السؤل فی خصائص الرسول، العلم المشھور فی فضائل الایام والشھور۔ (معجم المؤلفین، ج۲، ص۵۵۶، الاعلام للزرکلی، ج۵، ص۴۴)

علیہ وآلہ وسلم اسے قتل کرسکتے ہیں، یہ کسی اور کے لئے جائز نہیں۔"

یہ بات علامہ زرکشی علیہ رحمۃ اللہ الولی[1] (745-794ھ) نے "اَلْخَادِمُ[2]" میں بیان فرمائی۔

علامہ رافعی[3] (557-623ھ) "اَلشَّرح[4]" میں اور سیدنا امام نووی رحمہما اللہ القوی[5] (631-676ھ) "اَلرَّوْضَة[6]" میں فرماتے ہیں کہ "آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

---

[1] المحدث، الادیب، الفقیہ، العالم، ابوعبداللہ محمد بن بہادر بن عبداللہ المصری، الزرکشی، الشافعی آپ مصر میں پیدا ہوئے، قاہرہ میں وفات پائی اور قرافہ صغری میں دفن کئے گئے آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی مشہور تصانیف میں سے چند یہ ہیں: خادم الرافعی والروضۃ" اور یہ کتاب الرافعی والروضۃ پر حاشیہ ہے" البرھان فی علوم القرآن، الدیباج فی توضیح المنہاج، البحرالحیط، عقود الجمان، المنثور جو اصولِ فقہ میں قواعدِ زرکشی کے نام سے مشہور ہے۔

(معجم المؤلفین، ج ٣، ص ٧٥۔١٧٤، الاعلام للزرکلی، ج ٦، ص ٦١۔٦٠)

[2] خادم الرافعی والروضہ فی الفروع بدرالدین محمد بن بہادر الزرکشی الشافعی۔ (کشف الظنون، ج ١، ص ٦٩٨)

[3] المفسر، المحدث، الفقیہ، ابوالقاسم عبدالکریم بن محمد بن عبدالکریم بن الفضل الرافعی، القزوینی الشافعی علیہ رحمۃ اللہ الکافی آپ علیہ الرحمہ کا وصال مقام قزوین میں ہوا اور وہیں دفن کئے گئے، آپ کی معروف تصانیف یہ ہیں: فتح العزیز علی کتاب الوجیز للغزالی، شرح مسند شافعی، الترتیب وغیرہ۔

(معجم المؤلفین، ج ٢، ص ٢١٠، الاعلام للزرکلی، ج ٤، ص ٥٥)

[4] شرح مسند شافعی الامام ابوالقاسم عبدالکریم بن محمد القزوینی الرافعی ٦١٢ھ میں اس کو لکھنے کی آپ نے ابتداء فرمائی اور یہ دو جلدوں پر مشتمل ہے۔ (کشف الظنون، ج ٢، ص ١٦٨٣)

[5] الحافظ، المحدث، الفقیہ الامام محیی الدین یحییٰ بن شرف بن مری بن حسن النووی، الدمشقی، الشافی علیہ رحمۃ اللہ الکافی آپ "نویٰ" میں پیدا ہوئے، اور نویٰ میں ہی آپ کا وصال ہوا اور وہیں دفن کئے گئے، آپ علیہ الرحمہ کی مشہور و معروف تصانیف یہ ہیں: الاربعون النوویہ فی الحدیث، المنہاج فی شرح صحیح مسلم، ریاض الصالحین، روضۃ الطالبین، وغیرہ۔ (معجم المؤلفین، ج ٤، ص ٩٨، الاعلام للزرکلی، ج ٨، ص ١٤٩)

[6] روضۃ الطالبین وعمدۃ المتقین لیحیی بن شرف الدین النووی علیہ رحمۃ اللہ القوی آپ نے تھذیب میں فرمایا: "یہ وہ کتاب ہے جس کو میں نے علامہ رافعی کی شرح وجیز سے مختصر کیا ہے۔" (کشف الظنون، ج ١، ص ٩٢٩)

کے خصائص میں سے یہ بھی ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اپنے علم کے ذریعے حدود میں فیصلہ کر سکتے ہیں، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے علاوہ دوسرے لوگوں کے لئے اس اختیار کے بارے میں اختلاف ہے۔''

قاضی جلال الدین بلقینی علیہ رحمۃ اللہ القوی[1] (763-824ھ) ''اَلــرَّوْضَۃ'' کے حاشیہ میں فرماتے ہیں کہ شیخین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہما کے کلام سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضورِ نبیٔ کریم، رء وف رحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اپنے علم کے ذرریعے مطلق فیصلہ فرما سکتے ہیں، خواہ وہ فیصلہ حدود میں ہو یا ان کے علاوہ کسی اور معاملہ میں، اس میں کوئی اختلاف نہیں۔ (علامہ جلال الدین بلقینی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا کلام ختم ہوا)

یہ قول علامہ قرطبی علیہ رحمۃ اللہ القوی کے نقل کردہ اِجماع کے موافق ہے کیونکہ اس پر تمام مذاہب (یعنی مذاہبِ اربعہ) متفق ہیں کہ حدودُ اللہ عزوجل میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے علاوہ کوئی شخص بھی اپنے علم کے ذریعے فیصلہ نہیں کر سکتا جبکہ اِختلاف حدودُ اللہ عزوجل کے علاوہ میں ہے، پس ہم (شوافع) نے اللہ عزوجل کی حدود کے علاوہ دوسرے معاملات میں دوسروں کے اپنے علم کے مطابق فیصلہ کرنے کو جائز قرار دیا اور دیگر مذاہب نے اس سے منع کیا ہے۔ البتہ! سرکارِ مدینہ، راحتِ قلب وسینہ، باعثِ نزولِ سکینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں کوئی اختلاف منقول نہیں نہ حدود اللہ کے بارے میں اور نہ ہی حدود کے علاوہ دوسرے معاملات میں۔

---

[1] الامام، القاضی، علامہ جلال الدین بن عبد الرحمٰن بن عمر بن رسلان الکنانی العسقلانی البلقینی آپ مصر کے علماء حدیث میں سے ہیں اور کئی بار مصر میں منصب افتاء پر فائز ہوئے قاہرہ میں آپ نے وصال فرمایا آپ کی مشہور کتب میں سے چند یہ ہیں: التفسیر، الفقہ، حواش علی الروضہ، نھر الحیاۃ وغیرہ۔

(معجم المؤلفین، ج۲، ص۱۰۳، الاعلام للزرکلی، ج۳، ص۳۲۰)

(۲)......اجمالی اقوال:

علماء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ''کسی نبی کو جو بھی معجزہ یا فضیلت عطا کی گئی حضور نبی کریم، رء وف رحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو اسی کی مثل یا اس سے بڑھ کر معجزہ اور فضیلت عطا ہوئی۔ انہوں نے سیدنا امام شافعی علیہ رحمۃ اللہ الکافی[۱] (150-204ھ) کے حوالے سے یہ بات بیان کی ہے کہ جب ان سے کہا گیا کہ حضرت سیدنا عیسیٰ روح اللہ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کو مُردے زندہ کرنے کا معجزہ عطا کیا گیا تو آپ رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا: ''حضور اکرم، نورِ مجسّم، شاہِ بنی آدم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو اُستنِ حنانہ (یعنی لکڑی کا وہ تنا جس سے آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام تعمیر منبر سے قبل ٹیک لگا کر خطبہ ارشاد فرماتے تھے) کا معجزہ عطا کیا گیا کہ وہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے فراق میں روتا تھا اور یہ اُس سے بھی بڑا معجزہ ہے۔''

آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا یہ قول اس قدر مشہور ہوا کہ جس نے بھی فضائلِ نبویہ علیٰ صاحبھا الصلوٰۃ والسلام کے بارے میں کوئی کتاب تصنیف کی اُس نے یہ قول ضرور ذکر کیا۔

علامہ بدرالدین ابن حبیب علیہ رحمۃ اللہ الحسیب[۲] (المتوفی 779ھ) ''اَلنَّجمُ الثَّاقِبُ

---

[۱] المحدث امام المذہب، ابو عبداللہ محمد بن ادریس بن العباس بن عثمان القرشی، المطلبی، الہاشمی آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فلسطین کے شہر غزہ میں پیدا ہوئے، مکہ ومدینہ منورہ میں پرورش پائی، مصر میں آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا وصال ہوا، مشہور ہے کہ آپ کا مزار شریف قاہرہ میں ہے آپ کی کثیر تصانیف میں سے چند یہ ہیں، المسند فی الحدیث، احکام القرآن، السنن، ادب القاضی، وغیرہ۔ (معجم المؤلفین، ج۳، ص۱۱۶، الاعلام للزرکلی، ج۶، ص۲۶)

[۲] ابو محمد علامہ بدرالدین الحسن بن عمر بن الحسن بن حبیب بن عمر الدمشقی، الحلبی، الشافعی آپ دمشق میں پیدا ہوئے حلب میں پرورش پائی وہیں پر وصال ہوا، آپ کی چند مشہور کتابیں یہ ہیں، ارشاد السامع والقاری المنتقی من صحیح البخاری، دلیل المجتاز بارض الحجاز۔ (معجم المؤلفین، ج۱، ص۵۷۵، الاعلام للزرکلی، ج۲، ص۲۰۸)

فِی اَشْرَفِ الْمَنَاقِبِ [1]'' میں فرماتے ہیں: ''انبیاء کرام علیہم السلام میں سے اگر کسی کو کوئی فضیلتِ مستفادہ (یعنی جس سے فائدہ حاصل ہو) حاصل ہوئی تو حضور نبیٔ کریم، رء وف رحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو اس کی مثل بلکہ اس سے بھی بڑھ کر فضیلت عطا ہوئی۔''

جب یہ ثابت ہو چکا تو پھر لازمی طور پر حضرت سیدنا خضر علیہ السلام کی طرح آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا بھی حقیقت اور باطن کے مطابق فیصلہ کرنا ثابت ہو گیا اور یہ ظاہر اور شریعت کے مطابق فیصلہ کرنے کی طرح ہی ہے جو کہ اکثر انبیاء کرام علیہم السلام کے لئے ثابت ہے پس جو چیز اکثر انبیاء کرام علیہم السلام کو عطا کی گئی اسی کی مثل آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو بھی عطا کی گئی اور جو حضرت سیدنا خضر علیہ السلام کو عطا کی گئی اس کی مثل بھی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو عطا فرمائی گئی۔ پس یہ دونوں اُمور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم میں اس حیثیت سے بخوبی جمع ہو گئے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے لئے ظاہر و باطن دونوں طرح فیصلہ کرنے کا اختیار ہے، اس میں کوئی ممانعت نہیں۔

ہم اس کی مزید وضاحت اس کلام سے کرتے ہیں جو علامہ سبکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ذکر فرمایا ہے۔

آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی کتاب ''اَلتَّعْظِیْمُ وَ الْمِنَّۃُ [2]'' میں نقل فرماتے ہیں کہ نبیٔ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان عالیشان ہے: ''مجھے تمام لوگوں کی طرف مبعوث

[1] النجم الثاقب فی اشرف المناقب لبدر الدین حسن بن عمر بن حبیب الحلبی، الشافعی یہ کتاب رمضان المبارک ۷۶۷ھ میں مختصراً تین فصلوں پر مرتب کر کے تالیف فرمائی۔ (کشف الظنون، ج۲، ص۱۹۳۰)

[2] فی تحقیق لتؤمنن بہ ولتنصرنہ للشیخ تقی الدین علی بن عبد الکافی السبکی الشافعی، (المتوفی ۷۵۶) (کشف الظنون، ج۱، ص۴۲۲)

فرمایا گیا۔"

(صحیح البخاری، کتاب الصلوٰۃ،باب قول النبی صلّی اللّٰہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلّم جعلت لی الارض......الخ،الحدیث: ۴۳۷، ج۱،ص۱۶۸)

یہ **فرمانِ اَقدس** صرف آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ سے لے کر روزِ قیامت تک کے لوگوں کو شامل نہیں بلکہ ان لوگوں کو بھی شامل ہے جو آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم سے قبل گزر چکے ہیں۔اس سے آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کے اس فرمان کا مفہوم ظاہر ہوتا ہے جس میں آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "مَیں اس وقت بھی نبی تھا جب آدم (علیہ السلام) روح اور جسم کے درمیان تھے۔"

(سنن الترمذی، کتاب المناقب،باب ماجاء فی فضل النبی صلّی اللّٰہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلّم ،الحدیث:۳۶۲۹، ج۵، ص۳۵۱،بدون "کنت نبیاً")

جس نے اس کی تفسیر اس طرح کی کہ "اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ عزوجل کے صرف علم میں تھا کہ آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم نبی ہوں گے۔" وہ اس حدیث پاک کا مفہوم نہ سمجھ سکا،اس لئے کہ اللہ عزوجل کا علم تو ہر شئے کو محیط ہے۔

اللہ عزوجل کا حضور نبی کریم، رء وف رحیم صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کو اس وقت (یعنی تخلیقِ آدم علیہ السلام) سے نبوت کے ساتھ متصف فرمانا اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ اس کا مفہوم یہی ہونا چاہئے کہ یہ (یعنی نبوت کا پایا جانا) ایک ایسا اَمر ہو جو آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کے لئے اس وقت بھی ثابت ہو،اسی لئے حضرت سیدنا آدم علٰی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے عرش پر آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کا نام **مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ** لکھا ہوا دیکھا،لہٰذا یہ ضروری ہے کہ یہ اَمر آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کے لئے اسی وقت سے ثابت ہو۔

اگر اس سے صرف یہ مراد ہوتا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم مستقبل میں نبی ہوں گے تو پھر کُنتُ نَبِیًّا وَ آدَمُ بَیْنَ الرُّوْحِ وَالْجَسَدِ کے فرمان کے باعث یہ صرف آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ خاص نہیں بلکہ اللہ عزوجل کو اس وقت اور اس سے پہلے بھی تمام انبیاء کرام علیہم السلام کی نبوت کا علم تھا، لہذا نبیٔ کریم، رء وف رحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے لئے ایسی خصوصیت کا ہونا ضروری ہے جو اس حدیثِ پاک میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی اُمت کو بیان فرمائی تاکہ وہ بارگاہِ ربوبیّت میں اپنے نبیٔ مکرَّم، نورِ مجسَّم، شاہ بنی آدم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی قدر و منزلت پہچان لیں۔

پس ہمیں صحیح حدیث سے معلوم ہوگیا کہ اللہ عزوجل کی طرف سے رسولِ اَکرم، نورِ مجسَّم، شاہِ بنی آدم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو حضرت سیدنا آدم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی تخلیق سے قبل کمال حاصل تھا۔ یقیناً اللہ عزوجل نے تخلیق آدم علیہ السلام سے پہلے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی حقیقت پیدا کر کے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو نبوت عطا فرمادی پھر تمام انبیاء کرام علیہم السلام سے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے لئے پختہ وعدہ لیا تاکہ وہ جان سکیں کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ان سے مقدم ہیں اور ان کے نبی اور رسول ہیں۔

اللہ عزوجل کی طرف سے حضور نبیٔ کریم، رء وف رحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو عطا کردہ اس تعظیمِ عظیم پر غور فرمانے سے یہ بات معلوم ہوگئی کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم، انبیاء کرام علیہم السلام کے بھی نبی ہیں اس لئے اللہ عزوجل قیامت کے دن اس شان کو اور زیادہ ظاہر فرمائے گا کہ جب تمام انبیاء کرام علیہم السلام آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے جھنڈے کے نیچے ہوں گے اور دنیا میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی شان اس طرح ظاہر کی کہ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے شبِ اسراء (یعنی معراج کی رات) تمام انبیاء کرام

علیہم السلام کی اِمامت فرمائی۔

اگر بالفرض حضور نبی مکرم، رسولِ معظّم، شاہِ بنی آدم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی آمد حضرت سیدنا آدم، سیدنا نوح، سیدنا ابراھیم، سیدنا موسیٰ، اور سیدنا عیسیٰ علیہم الصلوٰۃ والسلام کے زمانے میں ہوتی تو اُن پر اور اُن کی امتوں پر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ بابرکات پر ایمان لانا اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی مدد کرنا واجب ہوتا، اسی لئے اللہ عزوجل نے ان سے پختہ وعدہ لیا پس آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم معنوی طور پر ان کے نبی ورسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہیں، اگر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی آمد ان کے زمانہ میں ہوتی تو بلاشبہ ان پر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی اِتباع لازم ہوتی۔

اسی وجہ سے حضرت سیدنا عیسیٰ روح اللہ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام آخری زمانہ میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی شریعت پر آئیں گے حالانکہ وہ مکرّم نبی ہیں۔ وہ ہمارے پیارے نبی محمدِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی شریعت، قرآن وسنت اور اس کے اَوامر ونواہی (یعنی شریعت نے جن باتوں کا حکم دیا اور جن سے منع فرمایا) کے مطابق فیصلہ فرمائیں گے۔ رسولِ اَکرم، نورِ مجسَّم، شاہِ بنی آدم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے ان کا تعلق اسی طرح ہوگا جس طرح ساری اُمت کا ہے، حالانکہ آپ علیہ السلام مکرّم نبی ہی ہوں گے اس سے آپ علیہ السلام کے کمالِ نبوت میں کوئی نقص نہیں آئے گا۔

یوں ہی اگر سرکارِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ، فیض گنجینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو حضرت سیدنا عیسیٰ علیہ السلام، حضرت سیدنا موسیٰ، حضرت سیدنا ابراھیم، حضرت سیدنا نوح یا حضرت سیدنا آدم علیٰ نبینا وعلیہم الصلوٰۃ والسلام میں سے کسی کے زمانہ میں مبعوث فرمایا جاتا تو پھر بھی وہ سب کے سب اپنی اُمتوں کے لئے نبی اور رسول ہی ہوتے جبکہ حضور نبی کریم

،رءوف رحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ان سب کے لئے نبی اور رسول ہوتے۔

معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت ورسالت سب کو عام اور شامل ہے اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی شریعت اُصول میں تمام انبیاء کرام علیہم السلام کی شریعتوں سے متفق ہے اس لئے کہ اُصول میں کوئی تبدیلی نہیں ہوتی۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی شریعت کا دوسری شریعتوں سے مقدم ہونا اس اعتبار سے ہے کہ اس میں کبھی تخصیص ونسخ کے ساتھ تو کبھی تخصیص ونسخ کے بغیر ہی فروع (یعنی مسائل واحکام) میں تبدیلیوں کا وقوع پایا جاتا ہے۔ اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی شریعت ان اوقات میں وہی ہوتی جو انبیاء کرام علیہم السلام ساتھ لائے تھے جس پر وہ ساری اُمتیں عمل پیرا ہوتیں جبکہ اس وقت اس اُمت کے لئے یہی شریعت ہے، اور اشخاص اور اوقات کے بدلنے سے احکام بھی بدل جاتے ہیں۔

اس طرح دونوں حدیثوں کا مفہوم ظاہر ہو گیا جو کہ پہلے مخفی تھا **پہلی حدیثِ پاک** میں یہ ارشاد فرمایا کہ ''مجھے تمام لوگوں کی طرف مبعوث فرمایا گیا ہے۔''

(صحیح البخاری، کتاب الصلوٰۃ، باب قول النبی صلّی اللّٰہ تعالٰی علیہ و آلہ و سلّم جعلت لی الارض ......الخ، الحدیث:٤٣٧، ج١، ص١٦٨)

ہم سمجھے تھے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اپنے زمانہ سے لے کر قیامت تک کے لئے مبعوث فرمائے گئے ہیں جبکہ اس کا مفہوم یہ ظاہر ہوا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اپنے اولین وآخرین سب کے لئے مبعوث فرمائے گئے۔

دوسری حدیثِ پاک میں حضورِ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''مَیں اس وقت بھی نبی تھا جبکہ حضرت آدم علیہ السلام روح اور جسم کے درمیان تھے۔''

(سنن الترمذی، کتاب المناقب، باب ماجاء فی فضل النبی صلّی اللّٰہ تعالٰی علیہ و آلہ و سلّم، الحدیث:٣٦٢٩، ج ٥ ، ص ٣٥١، بدون '' کنت نبیاً'')

اس حدیثِ پاک سے ہم نے گمان کیا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم صرف علمِ الٰہی عزوجل میں نبی تھے جبکہ ظاہر ہوگیا کہ ایسا مفہوم لینا اس حدیثِ پاک میں زیادتی اور تحریف ہے جیسا کہ ہم نے اس کی شرح بیان کردی ہے۔ (یہ علامہ سبکی علیہ رحمۃ اللہ القوی کا کلام ہے۔)

سرکارِ والا تبار، ہم بے کسوں کے مددگار، شفیعِ روزِ شمار، دو عالَم کے مالک و مختار باذنِ پروردگار عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے فرمان عالیشان میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو اس زمانے میں مبعوث فرمایا جاتا تو ان اوقات میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی شریعت وہ ہی ہوتی جو تمام انبیاء کرام علیہم السلام ساتھ لائے تھے اور اسی شریعت کے مطابق وہ اُمتیں عمل پیرا ہوتیں۔ اس اُصول کے مطابق اگر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم حضرت سیدنا موسیٰ اور حضرت سیدنا خضر علیہما السلام کے زمانے میں مبعوث فرمائے جاتے تو حضرت سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی لائی ہوئی شریعت آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہی کی شریعت ہوتی اور حضرت سیدنا موسیٰ کلیم اللہ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام ظاہر اور شریعت کے مطابق فیصلہ فرمایا کرتے تھے اور حضرت سیدنا خضر علیہ السلام کی اُمت کے لئے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی شریعت وہی ہوتی جس میں حضرت سیدنا خضر علیہ السلام باطن اور حقیقت کے مطابق فیصلہ فرمایا کرتے تھے۔

جب معاملہ اس طرح ہے تو پھر سرکارِ دو عالم، نورِ مجسّم، شاہِ بنی آدم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے وجودِ مسعود اور اعلانِ نبوت کے بعد آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے یہ دونوں اُمور (یعنی ظاہر و باطن کے مطابق فیصلہ فرمانا) کیونکر بعید ہو سکتے ہیں۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم بذاتِ خود ان دونوں کو سرانجام دیتے اسے کوئی بھی بعید از قیاس قرار نہیں

دے گا، علامہ سبکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی طرح صاحبِ[1] ''قصیدہ بُردہ[2]'' نے فرمایا:

وَكُلُّ آيٍ اَتَى الرُّسُلُ الْكِرَامُ بِهَا فَاِنَّمَا اتَّصَلَتْ مِنْ نُوْرِهٖ بِهِمِ

ترجمہ: ہر وہ معجزہ جو عظیم رسول علیہم السلام اپنے ساتھ لائے وہ ان کو حضور نبیٔ پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے نور ہی سے ملے۔

فَاِنَّهٗ شَمْسُ فَضْلٍ هُمْ كَوَاكِبُهَا يُظْهِرْنَ اَنْوَارَهَا لِلنَّاسِ فِي الظُّلَمِ

ترجمہ: یقیناً آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم فضیلت کے سورج اور باقی تمام انبیاء کرام علیہم السلام اس کے ستارے ہیں جو تاریکیوں میں لوگوں (کی ہدایت) کے لئے اسی سورج کی روشنیوں کو ظاہر کرتے ہیں۔

علامہ شمس الدین ابن الصائغ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ[3] (645-720ھ) ''الرَّقْم'' میں فرماتے ہیں کہ انبیاء و مرسلین علیہم السلام نے مخلوق کے سامنے اپنی نبوت پر دلالت کرنے کے لئے جو بھی معجزہ پیش کیا اس میں رسولِ اکرم، نورِ مجسّم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا نور شامل تھا۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا نور حضرت سیدنا آدم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام سے پہلے تخلیق ہو چکا تھا جو ان کی طرف منتقل ہوا پھر اصلابِ طاہرہ (یعنی پاک پشتوں) کی

[1] الصوفی ، الشاعر شرف الدین ابو عبداللہ محمد بن سعید بن حماد بن محسن بن عبداللہ الصنہاجی، البوصیری (608-694ھ) مقام بھشیم میں پیدا ہوئے، دلاص میں پرورش پائی اور اسکندریہ میں آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا وصال ہوا۔ (معجم المؤلفین، ج۳، ص۳۱۷، الاعلام للزرکلی، ج۶، ص۱۳۹)

[2] قصیدۃ الکواکب الدریۃ فی مدح خیر البریۃ المعروف قصیدۂ بردہ شریف للشیخ شرف الدین ابی عبداللہ محمد بن سعید الدولاصی ثم البوصیری ۔ (کشف الظنون، ج۲، ص۱۳۳۱)

[3] شمس الدین ابو عبداللہ محمد بن حسن بن سباع بن ابی بکر الجذامی، المعروف ابن الصائغ، آپ دمشق میں پیدا ہوئے اور وہیں آپ کا وصال ہوا۔(معجم المؤلفین، ج۳، ص۲۲۰، الاعلام للزرکلی، ج۶، ص۸۷)

طرف یہاں تک کہ ماؤں نے اسے اٹھایا پس وہ نور ان کی طرف منتقل ہوا اور اسی نور سے اللہ عزوجل نے انبیاء کرام علیہم السلام کے لئے معجزات کا نظام بنایا۔

کسی شاعر نے اپنے ''قصیدہ ہمزیہ'' میں کیا ہی خوب کہا ہے:

''لَکَ ذَاتُ الْعُلُوْمِ مِنْ عَالِمِ الْغَیْبِ وَمِنْهَا لِاٰدَمَ الْاَسْمَاءُ''

ترجمہ: عالم الغیب کی طرف سے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو تمام علوم عطا ہوئے انہی علوم میں سے حضرت سیدنا آدم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کو عطا کردہ اسماء کا علم ہے۔

قصیدہ بردہ شریف میں ہے:

وَکُلُّهُمْ مِّنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ مُلْتَمِسٌ غَرْفًا مِّنَ الْبَحْرِ اَوْ رَشْفًا مِّنَ الدِّیَمِ

ترجمہ: اور تمام انبیاء کرام (علیہم السلام) اللہ عزوجل کے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے طلب کرنے والے ہیں جیسے سمندر سے ایک چلو یا بارش سے ایک قطرہ لے لیا جائے۔

اس کی شرح میں بعض نے یہ کہا کہ انبیاء کرام علیہم السلام کے علوم کا منبع علمِ ذاتِ پاکِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہے۔ ان تمام علوم کی نسبت آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ذات سے اسی طرح ہے جس طرح ایک چلّو کی نسبت سمندر سے اور ایک گھونٹ پانی کی نسبت موسلا دھار بارش سے ہوتی ہے۔

اللہ اللہ اللہ اللہ اللہ اللہ اللہ اللہ

مَدنی آقا صلّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کے ظاہری وباطنی فیصلوں کے متعلق احادیثِ مبارکہ

نبی مُکَرَّم، نُورِ مُجَسَّم، رسولِ اَکرم، شہنشاہِ بنی آدم صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کے ظاہری و باطنی فیصلوں کے متعلق بکثرت احادیثِ مبارکہ موجود ہیں۔

پہلی حدیثِ پاک

امام بخاری[۱]، امام مسلم[۲]، امام ابوداؤد، امام نسائی[۳] اور امام ابن ماجہ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہم[۴] نے حضرت سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے روایت کیا ہے، آپ رضی اللہ تعالٰی عنہا

۱ـ حافظ الحدیث، المحدث، الفقیہ، حبر الاسلام، ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بن ابراہیم بن المغیرہ البخاری، الجعفی (194-256ھ) 13 شوال المکرّم کو بخارا میں پیدا ہوئے اور عید الفطر کی رات آپ کا وصال ہوا سمرقند کے قریب خرتنک نامی بستی میں آپ کو دفن کیا گیا آپ کی چند مشہور تصانیف یہ ہیں: الجامع الصحیح المعروف بصحیح البخاری، التاریخ الکبیر، السنن فی الفقہ، الادب المفرد وغیرہ۔ (معجم المؤلفین، ج۳، ص۱۳۰، الاعلام للزرکلی، ج۶، ص۳۴)

۲ـ حافظ الحدیث، المحدث، الفقیہ، الامام ابو الحسین مسلم بن حجاج بن مسلم بن ورد القشیری، النیشاپوری (204-261ھ) آپ نیشاپور میں پیدا ہوئے اور وہیں وصال فرمایا، آپ کی مشہور کتب میں سے کچھ یہ ہیں، صحیح مسلم جس میں 12 ہزار احادیث جمع کی گئیں اور 15 سال میں مکمل کی گئی، المسند الکبیر، اوھام المحدثین، طبقات التابعین وغیرہ۔ (معجم المؤلفین، ج۳، ص۸۵۱، الاعلام للزرکلی، ج۷، ص۲۲۱)

۳ـ حافظ الحدیث، المحدث ابوعبدالرحمٰن احمد بن شعیب بن علی بن سنان النسائی (215-303ھ) آپ خراسان کے شہر نساء میں پیدا ہوئے ماہ شعبان میں مکۃ المکرمہ میں وصال فرمایا، آپ کی چند مشہور کتب یہ ہیں: السنن النسائی، السنن الکبریٰ والصغریٰ، الخصائص فی فضل علی بن ابی طالب وغیرہ۔ (معجم المؤلفین، ج۱، ص۱۵۱)

۴ـ الحافظ، المفسر، المحدث، ابوعبداللہ محمد بن یزید بن ماجہ الربعی، القزوینی (209-273ھ) آپ کا وصال رمضان المبارک میں ہوا، بہت سی کتب تصنیف فرمائیں جن میں سے چند یہ ہیں: تفسیر القرآن، التاریخ، والسنن فی الحدیث، ثلاثیات سنن وغیرہ۔ (معجم المؤلفین، ج۳، ص۷۷۴، الاعلام للزرکلی، ج۷، ص۱۴۴)

فرماتی ہیں کہ حضرت سیدنا سعد بن ابی وقاص اور حضرت سیدنا عبدابن زمعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا ایک نوجوان لڑکے کے بارے میں جھگڑا ہوگیا۔ حضرت سیدنا سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہنے لگے: ''یارسولَ اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم! یہ میرے بھائی عتبہ بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا بیٹا ہے اس نے مجھے وصیت کی تھی کہ یہ اس کا بیٹا ہے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اس کی صورت تو دیکھئے (عتبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملتی ہے)۔'' حضرت سیدنا عبدابن زمعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہنے لگے: ''یارسولَ اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم! یہ میرا بھائی ہے جو میرے باپ کے بستر پر اس کی لونڈی سے پیدا ہوا ہے۔'' آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''اے عبدابن زمعہ! یہ تیرا بھائی ہے اس لئے کہ بچہ اسی کا ہوتا ہے جس کے ہاں وہ پیدا ہوا اور زانی کے لئے پتھر ہے۔'' (یعنی اسے پتھر وغیرہ سے سنگسار کیا جائے گا) اور عتبہ کے ساتھ مشابہت کی وجہ سے حضرت سیدتنا سودہ بنت زمعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا: ''اے سودہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا)! اس سے پردہ کرو۔'' پس حضرت سیدتنا سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اسے پھر کبھی نہ دیکھا۔

(صحیح البخاری، کتاب الفرائض، باب الولد للفراش......الخ، الحدیث:٦٧٤٩، ج٤، ص ٣٢١، بتغیر قلیل)

بخاری و ابوداؤد شریف میں اس طرح کے الفاظ ہیں: ''اے عبدابن زمعہ! وہ تیرا بھائی ہے۔''

(صحیح البخاری، کتاب المغازی، الحدیث:٤٣٠٣، ج٣، ص١٠٩)

اور یہ الفاظ بھی مروی ہیں کہ ''اس لڑکے نے اپنے وصال تک حضرت سیدتنا سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو نہ دیکھا۔''

(صحیح البخاری، کتاب الفرائض، باب الولد للفراش......الخ، الحدیث:٦٧٤٩، ج٤، ص ٣٢١)

مسلم شریف کے الفاظ اس طرح ہیں کہ حضرت سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ

تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں: ''اللہ عزوجل کی قسم! اس لڑکے نے حضرت سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو پھر کبھی نہ دیکھا یہاں تک کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا وصال ہو گیا۔''

(صحیح مسلم، کتاب الرضاع، باب الولد للفراش......الخ،الحدیث:۱۴۵۷،ص۷۶۷،ملخصاً)

شیخ سراج الدین ابن الملقن[۱] (723-804ھ) اور علامہ حافظ ابنِ حجر رحمہما اللہ تعالیٰ[۲] (773-852ھ) فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے یہ استدلال کیا گیا ہے کہ حاکم کا ظاہر کے مطابق فیصلہ کر دینا حقیقت میں اس کام کو حلال نہیں کرتا۔ صحیح اسناد کے مطابق آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اس قول ''ھُوَ اَخُوْکَ یَاعَبْدُ'' کے ساتھ اسے عبد ابن زمعہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا بھائی ہونے کا فیصلہ ارشاد فرمایا۔ پس جب ثابت ہو گیا کہ وہ عبد کا بھائی ہے تو پھر یہ بات بھی پایۂ ثبوت تک پہنچ گئی کہ وہ حضرت سیدتنا سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا بھی بھائی ہے پھر اس کے بعد حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو اس سے پردہ کرنے کا حکم ارشاد فرمایا، اگر ظاہر کا حکم

[۱] الحافظ، المفسر، المحدث، الفقیہ سراج الدین، ابوحفص عمر بن علی بن احمد بن محمد الانصاری، الاندلسی، المصری، الشافعی المعروف بابن الملقن آپ کی پیدائش ربیع الاول کے مہینے میں قاہرہ میں ہوئی اور وہیں پر 16 ربیع الاول کو آپ کا وصال ہوا، کثیر کتب تصانیف فرمائیں جن میں سے چند یہ ہیں: التوضیح لشرح الجامع الصحیح، مختصر مسند الامام احمد، شرح منہاج الوصول الی علم الاصول للبیضاوی، البلغۃ فی الحدیث وغیرہ۔

(معجم المؤلفین، ج۲،ص۵۶۶،الاعلام للزرکلی، ج۵،ص۵۷)

[۲] المحدث، الادیب، الشاعر شہاب الدین ابو الفضل احمد بن علی بن محمد الکنانی، العسقلانی المعروف بابن حجر 12 شعبان المعظم کو قاہرہ میں پیدا ہوئے اور قاہرہ میں ہی 18 ذی الحجہ کو آپ کا وصال ہوا، آپ نے بہت سی کتب تصانیف فرمائیں چند شہرت یافتہ یہ ہیں: فتح الباری بشرح صحیح البخاری، الاصابہ فی تمییز الصحابہ، لسان المیزان، الدرر الکامنہ فی اعیان المئۃ الثامنہ، نخبۃ الفکر فی مصطلح اھل الاثر وغیرہ۔

(معجم المؤلفین، ج۱،ص۲۱۰،الاعلام للزرکلی، ج۱،ص۱۷۸)

باطن کے حکم کو حلال قرار دیتا تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم حضرت سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو اس سے پردہ کرنے کا حکم کبھی بھی نہ فرماتے۔

(فتح الباری شرح صحیح البخاری، باب الولد للفراش......الخ، تحت الحدیث: ٦٧٥٠، ج١٢، ص ٣١)

علامہ ابن الملقن رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ بعض حنفیہ نے کہا: ''یہ جائز نہیں ہوسکتا کہ رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پہلے اُسے زمعہ کا بیٹا قرار دیں پھر اس کی بہن کو اس سے پردے کا حکم فرمائیں پس یہ محال ہے۔''

علامہ ابن الملقن رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ محال نہیں بلکہ اس کی ایک وجہ ہے اور وہ بخاری شریف، کتاب المغازی (الحدیث: ٤٣٠٣، ج٣، ص ١٠٩) میں حضور نبی کریم، رءوف رحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا یہ فرمان ہے: ''اے عبد ابن زمعہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)! وہ تیرا بھائی ہے۔''

(التمہید لابن عبدالبر، محمد بن شہاب الزہری، تحت الحدیث: ١٧٣، ج٣، ص ٥٧٠)

اور مسندِ احمد اور سننِ نسائی شریف میں اس طرح آیا ہے: ''اے سودہ! (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) اس سے پردہ کرو اس لئے کہ وہ تمہارا بھائی نہیں۔''

(سنن النسائی، کتاب الطلاق، باب الحاق الولد بالفراش......الخ، ج٦، ص ١٨١)

اس روایت کے صحیح ہونے میں اختلاف ہے۔ امام بیہقی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اسے ضعیف قرار دیا۔ علامہ حافظ منذری علیہ رحمۃ اللہ القوی (581-656ھ) نے کہا: ''یہ حدیثِ پاک میں اضافہ ہے جو ثابت نہیں، جبکہ سیدنا امام حاکم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (321-405ھ) نے اسے اپنی مستدرک میں روایت کیا اور کہا کہ اس کی اسناد صحیح ہیں۔

علامہ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ شیخ مجاہد کے علاوہ اس

روایت کی سند کے تمام راوی صحیح ہیں۔ شیخ مجاہد کا نام یوسف ہے جو آلِ زبیر کا غلام ہے۔ علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ امام بیہقی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ[1] (384-458ھ) نے اس کی سند پر طعن کیا اور فرمایا کہ اس میں جریر نام کا ایک راوی ہے جسے سوءِ حفظ کی طرف منسوب کیا گیا ہے۔ اور اس میں یوسف بھی ہے جو غیر معروف ہے۔ علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ ان کی گرفت اس طرح کی گئی کہ اس جریر کو سوءِ حفظ کی طرف منسوب نہیں کیا گیا۔ شاید جریر ابن حازم کے ساتھ اس جریر کے اشتباہ کی وجہ سے مغالطہ ہو گیا ہے اور یہ فرمایا کہ یوسف آلِ زبیر کے غلاموں میں سے معروف ہیں آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ جب یہ اضافہ ثابت ہو گیا تو پھر اس لڑکے کے حضرت سیدتنا سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بھائی نہ ہونے کی تاویل بھی متعین ہو گئی۔

علّامہ ابن عربی علیہ رحمۃ اللہ القوی[2] (468-543ھ) نے سیدنا امام شافعی علیہ رحمۃ اللہ الوافی (150-204ھ) کے حوالے سے روایت کیا ہے کہ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کی تاویل یوں فرمائی: ''اگر وہ حقیقت میں ثابت شدہ نسب سے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا

[1] المحدث، الفقیہ، ابوبکر احمد بن الحسین بن علی بن عبداللہ بن موسی البیہقی، الخسروجردی، الخراسانی، الشافعی (384-458ھ) آپ علیہ الرحمہ نیشاپور کی بیہق نامی بستی کے محلّہ خسروجرد میں شعبان کے مہینے میں پیدا ہوئے اور 10 جمادی الاولی کو نیشاپور میں وصال فرمایا، اور بیہق میں دفن کئے گئے، آپ کی چند مشہور کتب یہ ہیں: کتاب السنن الکبیر فی الحدیث، المبسوط فی نصوص الشافعی، الجامع المصنف فی شعب الایمان، دلائل النبوہ، احکام القرآن وغیرہ۔ (معجم المؤلفین، ج۱، ص۱۲٦، الاعلام للزرکلی، ج۱، ص۱۱٦)

[2] حافظ الحدیث، ابوبکر محمد بن عبداللہ بن محمد بن عبداللہ المعافری، الاندلسی، الاشبیلی، المالکی، المعروف بابن عربی آپ شعبان کے آخری عشرہ میں اشبیلیہ میں پیدا ہوئے ابتدائی تعلیم گھر میں ہی حاصل کی، 9 سال کی عمر میں قرآن کریم حفظ کیا مقام عدوہ میں آپ کا وصال ہوا اور فاس میں دفن کئے گئے آپ کی چند مشہور کتب یہ ہیں: احکام القرآن، اعیان الاعیان، شرح الجامع الصحیح للترمذی، المحصول فی الاصول۔

(معجم المؤلفین، ج۳، ص٤٥٦، الاعلام للزرکلی، ج٦، ص۲۳۰)

بھائی ہوتا تو رَحۡمَۃٌ لِّلۡعٰلَمِیۡن ، خاتَم المُرۡسَلِیۡن صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم انہیں پردے کا حکم نہ فرماتے جس طرح آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو ان کے رضاعی چچا سے پردہ نہ کرنے کا حکم فرمایا تھا۔''

(فتح البـاری شرح صحیح البخاری، کتاب الفرائض، باب الولد للفراش وللعاھرالحجر، تحت الحدیث: ٦٧٥٠، ج ١٢، ص ٣١)

اس پوری بحث کا حاصل یہ ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے شریعت کی رو سے ظاہر کے مطابق فیصلہ فرماتے ہوئے اسے عبد بن زمعہ کا بھائی قرار دیا اس لئے کہ بچہ اسی کا ہوتا ہے جس کے ہاں وہ پیدا ہوا اور باطن اور حقیقت پر آگاہ ہونے کی وجہ سے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اس لڑکے کے حضرت سیدتنا سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا بھائی ہونے کی نفی فرمائی پس یہ ایسا فیصلہ تھا جو امام الانبیاء حضور نبیٔ پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ظاہر اور باطن دونوں کے مطابق ایک ساتھ فرمایا۔

دوسری حدیثِ پاک

امام نسائی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (215-303ھ) فرماتے ہیں: سلمان بن سلم مصاحفی بلخی، نضر بن شمیل سے، وہ حماد سے، وہ یوسف بن سعد سے اور وہ حضرت سیدنا حارث بن حاطب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ بارگاہِ رسالت علی صاحبہا الصلوۃ والسلام میں ایک چور لایا گیا تو امام المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''اسے قتل کردو۔'' صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عرض کی: ''یارسولَ اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم! اس نے تو فقط چوری کی ہے۔'' سرکارِ دوعالم، نورِ مجسَّم، شاہِ بنی آدم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے پھر ارشاد فرمایا: ''اسے قتل کر دو۔'' صحابہ کرام علیہم الرضوان نے پھر عرض کی: ''یارسولَ اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم! اس نے فقط چوری کی ہے۔'' تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''اس کا ہاتھ کاٹ دو۔''

راوی فرماتے ہیں کہ اس نے دوسری مرتبہ پھر چوری کی تو اس کا پاؤں کاٹ دیا گیا۔ پھر اس نے حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں تیسری بار چوری کی یہاں تک کہ (بار بار چوری کے سبب) اس کے تمام اعضاء کاٹ دیئے گئے۔ اور جب اس نے پانچویں مرتبہ چوری کی تو حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا: ''اللہ کے محبوب، دانائے غُیوب، مُنَزَّہٌ عَنِ الْعُیوب عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اس کے معاملے میں سب سے زیادہ جاننے والے تھے اسی لئے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا کہ اسے قتل کردو۔''

چنانچہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے قریش کے جوانوں کی طرف بھیج دیا تاکہ وہ اسے قتل کردیں، ان میں حضرت سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی تھے جو اُس گروہ قریش پر امیر بننا چاہتے تھے تو انہوں نے قریش سے فرمایا: ''مجھے اپنے اُوپر

امیر بنالو۔'' تو گروہ قریش نے انہیں اپنا امیر بنالیا چنانچہ جب آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے مارا تو وہ نوجوان بھی اسے مارنے لگے یہاں تک کہ انہوں نے اس شخص کو قتل کر دیا۔

(سنن النسائی، کتاب قطع السارق، باب قطع الرجل من السارق......الخ، ج۸، ص ۹۰)

امام حاکم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ[۱] اسے مستدرک[۲] میں نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

مجھے ابوبکر محمد بن احمد بن بالویہ، ان کو اسحاق بن حسن بن حربی، ان کو عفان بن مسلم، ان کو حماد بن سلمہ نے اور ان کو یوسف بن سعد نے یہ حدیث بیان کی۔ اور امام حاکم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا: ''یہ حدیث صحیح ہے۔''

یوسف بن سعد جمحی کے علاوہ اس کے تمام راوی صحیح حدیث کے معیار کے ہیں اور یوسف بھی ثقہ ہے جیسا کہ علامہ ذہبی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ[۳] (673-748ھ) نے ''الکاشف[۴]'' میں ذکر فرمایا۔

---

[۱] الحافظ، المحدث، ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ بن محمد بن حمدویہ الطھمانی، النیشاپوری، الشافعی الشہیر بالحاکم، المعروف بابن البیع (321-405ھ) آپ 3 ربیع الاول نیشاپور میں پیدا ہوئے اور 8 صفر المظفر نیشاپور ہی میں وفات پائی، علم فقہ آپ نے ابن ابی ہریرہ اور ابی سھل الصعلوکی وغیرہم سے سیکھا، آپ کی چند مشہور کتب یہ ہیں: المستدرک علی الصحیحین، تراجم شیوخ، فضائل فاطمۃ الزھراء، معرفۃ علوم الحدیث وغیرہ۔

(معجم المؤلفین، ج۳، ص ۴۵۳، الاعلام للزرکلی، ج۶، ص ۲۲۷)

[۲] مستدرک علی الصحیحین فی الحدیث للشیخ الامام ابی عبداللہ محمد بن عبداللہ المعروف بالحاکم النیشاپوری۔

(کشف الظنون، ج۲، ص ۳۲۶)

[۳] الحافظ، المحدیث، المحقق شمس الدین ابوعبداللہ محمد بن احمد بن عثمان الترکمانی، الدمشقی، الذہبی، الشافعی، آپ ربیع الاول کے مہینے دمشق میں پیدا ہوئے اور 3 ذی القعدہ دمشق ہی میں وفات ہوئی آپ کی چند مشہور کتب یہ ہیں: تاریخ الاسلام، الکبیر، میزان الاعتدال فی نقد الرجال، سیر النبلاء، الکاشف وغیرہ۔

(معجم المؤلفین، ج۳، ص ۸۰، الاعلام للزرکلی، ج۵، ص ۳۲۶)

[۴] فی اسماء الرجال للشیخ شمس الدین ابی عبداللہ محمد بن عبداللہ المعروف بالحاکم۔

(کشف الظنون، ج۲، ص ۱۳۶۸)

اور امام طبرانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ[۱] (260-360ھ) نے اس حدیثِ پاک کو ایک سند سے حماد بن سلمہ سے روایت کیا اور دوسری سند سے خالد حذاء سے اور انہوں نے یوسف سے روایت کیا۔ امام ابویعلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ[۲] (210-307ھ) اور ھیثم بن کُلیب الشاشی نے اسے اپنی اپنی مسند میں روایت کیا اور علامہ مقدّسی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ[۳] (569-643ھ) نے اسے ''المختارۃ[۴]'' میں روایت کر کے صحیح قرار دیا اور یہ حدیثِ پاک حقیقت و باطن کے مطابق فیصلہ فرمانے سے متعلق ہے۔

اور اس سے اتفاق کرتے ہوئے علامہ خطابی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ[۵] (319-388ھ) نے

---

[۱] الحافظ، المحدث ابوالقاسم سلیمان بن احمد بن ایوب بن مطیر اللخمی، الطبرانی، الشامی آپ ماہ صفر میں مقام عکا میں پیدا ہوئے، آپ نے کثیر کتب تصانیف فرمائیں، چند یہ ہیں: معجم الکبیر والاوسط، والصغیر، دلائل النبوۃ، تفسیر کبیر، مختصر مکارم الاخلاق وغیرہ۔ (معجم المؤلفین، ج۱، ص۷۸۳، الاعلام للزرکلی، ج۳، ص۱۲۱)

[۲] الامام الھمام، الحافظ، المحدث احمد بن علی بن المثنی بن یحییٰ التمیمی الموصلی المعروف ابی یعلی آپ شوال المکرّم کی 3 تاریخ کو پیدا ہوئے، موصل میں آپ نے وفات پائی، آپ کی چند مشہور کتب یہ ہیں: مسند کبیر و صغیر، المعجم فی الحدیث وغیرہ۔ (معجم المؤلفین، ج۱، ص۲۰۸، الاعلام للزرکلی، ج۱، ص۱۷۱)

[۳] الامام، الحافظ، المحدث ابوعبداللہ ضیاء الدین محمد بن عبدالواحد بن احمد بن عبدالرحمٰن، السعدی، المقدسی الصالحی الحنبلی آپ 5 جمادی الآخر دمشق میں پیدا ہوئے آپ کا وصال 18 جمادی الآخر میں ہوا، مقام سفح میں دفن کیے گئے آپ کی چند مشہور کتب یہ ہیں: الاحادیث المختارۃ، مناقب اصحاب حدیث، مناقب جعفر بن ابی طالب، فضائل القرآن۔ (معجم المؤلفین، ج۳، ص۴۶۸، الاعلام للزرکلی، ج۶، ص۲۵۵)

[۴] فی الحدیث للحافظ ضیاء الدین محمد بن عبدالواحد المقدسی الحنبلی۔ (کشف الظنون، ج۲، ص۱۶۲۴)

[۵] الامام، المحدث، الفقیہ، الادیب ابوسلیمان احمد بن محمد بن ابراھیم بن الخطاب الخطابی، البستی، آپ حضرت عمر بن خطاب کے بھائی زید بن خطاب کی اولاد میں سے ہیں، آپ کی پیدائش و وفات مقام بست میں ہوئی، آپ کی چند مشہور کتب یہ ہیں: معالم السنن فی شرح کتاب السنن لابی داوٗد، غریب الحدیث، شرح البخاری، اعلام الحدیث وغیرہ۔ (معجم المؤلفین، ج۱، ص۲۳۸)

نقل فرمایا: ''چور کو کسی حال میں قتل نہیں کیا جاسکتا۔ اور حضورنبیِ پاک، صاحبِ لولاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا اس چور کے بارے میں قتل کا فیصلہ فرمانا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم شریعت کے ظاہر اور حقیقت وباطن کے مطابق فیصلہ کرنے میں مختار ہیں پس آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے پہلے بتقاضائے حقیقت اس کے قتل کا حکم فرمایا تو صحابہ کرام علیہم الرضوان نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے (ظاہری حکم کے مطابق حد لگانے کے بارے میں) عرض کی تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے دوبارہ اس کے قتل کا حکم فرمایا، صحابہ کرام علیہم الرضوان نے پھر وہی عرض کی، پس آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے شریعت کے ظاہری حکم کے مطابق ہاتھ کاٹنے کا حکم فرما دیا پھر جب اس چور نے (نبیِ پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے وصالِ ظاہری کے بعد) پانچویں مرتبہ چوری کی تو امیر المؤمنین حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کے متعلق حضورنبیِ مکرم، شفیعِ معظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فیصلہ نافذ فرما دیا جیسا کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس حکم کی نسبت آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی طرف فرمائی۔''

اگر کوئی جاہل یہ گمان کرنے لگے کہ امیر المؤمنین حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اِسے اپنے اجتہاد (یعنی رائے) سے قتل کیا تھا تو اس سے بڑھ کر اور کوئی جہالت نہیں ہوسکتی۔ کیونکہ اس کے اس وہم وگمان کو دو اُمور رَد کرتے ہیں۔

(۱)......حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا شہنشاہِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ، صاحبِ معطر پسینہ، باعثِ نُزولِ سکینہ، فیض گنجینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی طرف نسبت کر کے تصریح فرمانا کہ'' آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اسے قتل کرنے کا حکم فرمایا تھا یہ صریح حکم ہے تو پھر اجتہاد کیسا؟ (یعنی یہ اپنی رائے واجتہاد سے قتل کرنا نہیں تھا)

(۲)......علامہ خطابی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ فقہاء میں سے کسی نے یہ مؤقف

اختیار نہیں کیا کہ چور کو قتل کیا جائے گا، یہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ امیر المؤمنین حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اجتہاد کے ذریعے ایسا نہیں کیا تھا بلکہ اس نص کے مطابق فیصلہ فرمایا تھا جو اس شخص کے ساتھ خاص تھی۔

تیسری حدیثِ پاک

امام ابوداؤد، اور امام نسائی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہما دونوں اپنی سنن میں فرماتے ہیں کہ محمد بن عبداللہ ابن عبید، عقیل ھلالی سے، وہ اپنے دادا سے، وہ مصعب بن ثابت بن عبداللہ بن زبیر سے، وہ محمد بن منکدر سے اور وہ حضرت سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ بارگاہِ رسالت میں ایک چور کو لایا گیا تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''اسے **قتل** کردو۔'' صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے عرض کی: ''یارسولَ اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم! اس نے تو صرف چوری ہی کی ہے۔'' نبیٔ کریم، رءُوف رحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''اس کا ہاتھ کاٹ دو۔'' اسے **دوبارہ** (چوری کے جرم میں) آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں لایا گیا تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''اسے قتل کردو۔'' صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے عرض کی: ''یارسولَ اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم! اس نے تو صرف چوری کی ہے۔'' تو تاجدارِ رسالت، مَحبوبِ رَبُّ العزت عزوجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''اس کا پاؤں کاٹ دو۔'' پھر اسے **تیسری مرتبہ**

(اسی جرم میں) آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں لایا گیا تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''اسے قتل کر دو۔'' صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عرض کی: ''یارسولَ اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم! اس نے تو صرف چوری کی ہے۔'' تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''اس کا ہاتھ کاٹ دو۔''

پھر چوتھی بار اسی شخص کو (چوری کے جرم میں) بارگاہِ رسالت میں لایا گیا تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''اسے قتل کر دو۔'' صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عرض کی: ''یارسولَ اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم! اس نے تو صرف چوری کی ہے۔'' تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''اس کا دوسرا پاؤں بھی کاٹ دو۔'' پھر پانچویں بار اسے (اسی جرم کی پاداش میں) حضور نبی مکرم، نورِ مجسم، شاہِ بنی آدم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہِ اقدس میں لایا گیا تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''اسے قتل کر دو۔''

حضرت سیدنا جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم اسے اونٹوں کے باڑے کی طرف لے گئے۔ پس ہم نے اسے پتھروں سے سنگسار کر کے قتل کر دیا پھر ہم نے اسے کنوئیں میں ڈال کر اوپر سے اس پر پتھر پھینک دیئے۔

(سنن النسائی، کتاب قطع السارق، باب قطع الیدین و الرجلین من......الخ، ج۸، ص ۹۰)

اسی طرح سیدنا امام ابو داؤد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہ حدیثِ پاک روایت کی اور اس پر سکوت فرمایا پس یہ حدیثِ پاک ان کے نزدیک صالح صحیح ہے جس سے دلیل پکڑی جاسکتی ہے یا ان کے نزدیک یہ حدیثِ مبارک حسن ہے جیسا کہ اصولِ

حدیث میں اس کا قاعدہ مقرر و متعین ہے۔

امام نسائی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ مصعب بن ثابت حدیث میں قوی نہیں۔اور امام ذہبی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے "مِیزَانُ الْاِعْتِدَالِ[1]" میں فرمایا کہ حضرت سیدنا زبیر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت مصعب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنے زمانہ کے سب سے بڑے عابد تھے۔کہا گیا ہے کہ انہوں نے صوم الدھر کی سنت ادا کی،آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ روزانہ ایک ہزار رکعات ادا فرماتے تھے یہاں تک کہ عبادت کی وجہ سے سوکھ گئے (یعنی کمزور ہو گئے) تھے۔

مَیں کہتا ہوں: گذشتہ حدیثِ پاک (امام ذہبی کے) اس بیان کی تائید کرتی ہے۔محمد بن منکدر سے یہ حدیثِ پاک روایت کرنے میں مصعب منفرد نہیں بلکہ حضرت ہشام بن عُروَہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ[2] نے بھی ان سے حدیثِ پاک لینے میں آپ کی متابعت کی ہے اور ہشام صحیحین کے راویوں میں سے ہیں۔

امام دارقطنی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ[3] (306-385ھ) نے اس حدیثِ پاک کو اپنی

---

[1] فی نقد الرجال لشمس الدین ابی عبداللہ محمد بن احمد الذھبی الحافظ (المتوفی ۷۴۸ھ) (کشف الظنون، ج۲، ص۱۹۱۷)

[2] امام الحدیث ابوالمنذر ہشام بن عروہ بن الزبیر بن العوام، القرشی الأسدی، التابعی آپ علیہ الرحمہ مدینۃ المنورہ میں پیدا ہوئے اور وہیں زندگی گزاری اور مدینۃ المنورہ ہی میں وصال فرمایا۔آپ سے 400 سو احادیث مروی ہیں۔ (الاعلام للزرکلی، ج۸، ص۸۷)

[3] الحافظ، المحدث، الفقیہ، ابوالحسن علی بن عمر بن احمد بن مھدی البغدادی، الدارقطنی، الشافعی، آپ علیہ الرحمہ ذی القعدہ میں دارقطن میں پیدا ہوئے اور ذی القعدہ میں ہی بغداد میں وفات پائی، اور حضرت معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ کے قریب دفن کئے گئے آپ کی چند مشہور کتب یہ ہیں: المؤتلف والمختلف فی اسماء الرجال، کتاب السنن، الضعفاء، اخبار عمرو بن عبید۔ (معجم المؤلفین، ج۲، ص۴۸۰۔الاعلام للزرکلی، ج۴، ص۳۱۴)

سنن میں اس سند سے روایت کیا ہے کہ حسن بن احمد بن سعد رھاوی نے عباس بن عبیداللہ بن یحییٰ رھاوی سے، انہوں نے محمد بن یزید بن سنان سے، انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے حضرت ہشام بن عروہ سے، انہوں نے محمد بن منکدر سے اور انہوں نے حضرت سیدنا جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اسی حدیثِ پاک کو روایت کیا۔

امام دارقطنی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ابنِ صفوان سے بھی اس حدیثِ پاک کو روایت کیا اس کی سند یوں ہے کہ ابنِ صفوان نے محمد بن عثمان سے انہوں نے اپنے چچا قاسم سے اور انہوں نے عائذ بن حبیب سے یہ حدیث پاک روایت کی۔

اسی طرح امام دارِ قطنی نے ابوبکر الابہری سے بھی اس کو روایت کیا اس کی سند یوں ہے ابوبکر الابہری نے محمد بن خریم سے، انہوں نے ہشام بن عمار سے، انہوں نے سعید بن یحییٰ سے، اور ان دونوں نے حضرت ہشام بن عروہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے یہ حدیثِ پاک روایت کی۔

امام نسائی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کہتے ہیں کہ محمد بن یزید بن سنان قوی نہیں۔

امام دارقطنی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ وہ ضعیف ہے جبکہ امام ابو حاتم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ [1] (240-327ھ) فرماتے ہیں کہ وہ ایک نیک آدمی تھا۔

امام ذہبی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ "اَلْمُغْنِیْ [2]" میں فرماتے ہیں کہ عائذ بن حبیب "شیعہ" تھا اس کی بہت سی روایات منکر ہیں لیکن بعض اسناد کا بعض سے ملا ہونا قوت کا

[1] حافظ الحدیث، المفسر، المحدث، الفقیہ، ابو محمد عبدالرحمٰن بن محمد ابی حاتم بن ادریس التمیمی، الحنظلی، الرازی آپ کی وفات محرم الحرام کے مہینے مقام الریّ میں ہوئی۔ آپ کی چند مشہور کتب یہ ہیں: تفسیر القرآن الکریم، الرد علی الجھمیہ، آداب الشافعی ومناقبہ، الفوائد الکبری، المراسیل وغیرہ۔ (معجم المؤلفین، ج ۲، ص ۱۰۹ ۔ الاعلام للزرکلی، ج ۳، ص ۳۲٤)

[2] المغنی فی الضعفاء وبعض الثقات مجلد لشمش الدین محمد بن احمد الذھبی (المتوفی ۳۸۸ھ) (کشف الظنون، ج ۲، ص ۱۷۵۰)

فائدہ دیتا ہے شاید اسی وجہ سے امام ابو داؤد رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے اس روایت پر سکوت اختیار کیا۔

پس جان لیجئے کہ مصعب کمزور نہیں بلکہ حدیث میں نرم تھا۔ جب اس کے ساتھ اسی کی مثل روایت مل جائے تو اس حدیث پر حَسن کا حکم لگایا جائے گا اور جب اس کے ساتھ کسی دوسرے صحابی سے روایت لینے میں تیسرا اور چوتھا متابع اور صحیح شاہد مل گیا تو پھر اس حدیث کے درجۂ صحیح تک پہنچنے میں کوئی شک نہیں رہتا۔ اسی لئے امام ابوداؤد رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے اس حدیثِ پاک خصوصاً آخری سند سے استدلال کیا جس کے تمام راوی ثقہ ہیں اور ان میں سے کسی پر کوئی طعن نہیں کیا گیا۔ امام ابن حبان علیہ رحمۃ اللہ المنّان (270-354ھ) نے سعید بن یحیٰ کو ثقہ راویوں میں ذکر کیا ہے پس حضرت سیدنا حارث رضی اللہ تعالٰی عنہ کی حدیث کی طرح حضرت سیدنا جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ کی حدیث کا صحیح ہونا بھی ثابت ہو گیا۔ وللہ الحمد (اور تمام خوبیاں اللہ عزوجل کے لئے ہیں)۔

علامہ خطابی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ (319-388ھ) ''**مَعَالِمُ السُّنَنِ**[1]'' میں اس حدیثِ پاک کی شرح میں فرماتے ہیں کہ ''میں فقہاء میں سے کسی فَقِیہ کو نہیں جانتا جس نے چور کو قتل کرنا جائز قرار دیا ہو اگرچہ اس نے بار بار چوری کی ہو۔ لہٰذا اسے اس بات پر محمول کیا جائے گا کہ حضور نبیِ غیب دان صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کے اس فیصلہ سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم جانتے تھے کہ وہ بار بار یہ برا فعل کرے گا۔ اور اس بات پر بھی محمول کیا جا سکتا ہے کہ اللہ عزوجل کے وحی نازل فرمانے یا اس کے مستقبل کے حال پر مطلع کرنے کی وجہ سے آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم نے ایسا

[1] فی شرح سنن ابی داؤد لاحمد بن محمد بن ابراھیم الخطابی (المتوفی ۳۸۸ھ) (کشف الظنون، ج۲، ص ۱۰۰۵)

فیصلہ ارشاد فرمایا پس اس حدیث پاک کا مفہوم صرف اسی کے ساتھ خاص ہے۔

(علامہ خطابی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا کلام ختم ہوا)

علامہ خطابی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی یہ بات وہی ہے جو ہمارا مؤقف ہے۔

اختیاراتِ مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت سیدنا عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت فرماتے ہیں: ''دو عالم کے مالک و مختار باذنِ پروردگار عزوجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے شہداءِ احد پر آٹھ سال کے بعد نماز (جنازہ) پڑھی (یہ حضورِ انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا خاصہ تھا'' مرأۃ المناجیح، ج۸، ص۲۸۶، ملخصاً) زندوں مردوں کو رخصت فرمانے والوں کی طرح پھر آپ منبر پر چڑھے فرمایا میں تمہارے آگے پیشرو ہوں اور میں تمہارا نگران گواہ ہوں اور تمہارے وعدے کی جگہ حوض ہے اور میں اسے اپنی اس جگہ سے دیکھ رہا ہوں اور مجھے زمین کے خزانوں کی کنجیاں عطا کی گئیں میں تم پر یہ خوف نہیں کرتا کہ تم میرے بعد شرک کرو گے لیکن میں تم پر دنیا کا خوف کرتا ہوں کہ تم اس میں رغبت کر جاؤ اور بعض نے یہ زیادتی کی پھر تم جنگ کرو تو اسی طرح ہلاک ہو جاؤ جیسے تم سے پہلے والے ہلاک ہوئے۔''

(مشکوٰۃ المصابیح، باب وفاۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم، الفصل الاول، ص۵٤۷)

چوتھی حدیثِ پاک

امام ابوبکر بن ابی شیبہ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ[1] (159-235ھ) اپنی "مُسنَد[2]" میں فرماتے ہیں کہ زید بن حباب، موسیٰ بن عبیدہ سے وہ ہود بن عطاء یمانی سے اور وہ حضرت سیدنا اَنَس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ہم میں ایک بہت ہی عبادت گزار، صاحب زُہد وتقویٰ اور عقل مند نوجوان تھا۔ ہم نے بارگاہِ رسالت علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں اس نوجوان کا نام ذکر کیا تو آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم اسے پہچان نہ سکے۔ ہم نے اس کی صفات بیان کیں، پھر بھی آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم اسے نہ پہچان سکے۔ ابھی ہم گفتگو ہی کر رہے تھے کہ وہ شخص آتا دکھائی دیا۔ ہم نے عرض کی: "یارسولَ اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم! یہی وہ شخص ہے۔" تو آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "مجھے تو اس کے چہرے پر شیطان کی سیاہی (یعنی منافقت کی علامات) دکھائی دے رہی ہے۔ اس نے آکر سلام کیا تو نبی مُکَرَّم، نُورِ مُجَسَّم، رسولِ اَکرم، شاہِ بنی آدم صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم نے اس سے فرمایا: "کیا تیرے دل میں یہ خیال نہیں آیا کرتا کہ تُو اس قوم کا بہترین شخص ہے؟" اس نے جواب دیا: "اللہ عزوجل کی قسم! ہاں، سچ تو یہ ہے کہ مجھے یہ خیال آتا رہتا ہے۔" پھر وہ چلا گیا اور مسجد میں داخل ہوگیا۔

آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "کون اس شخص کو قتل کرے گا؟"

[1] حافظ الحدیث، المحدث، المفسر، الفقیہ ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابراہیم بن عثمان الکوفی، العبسی المعروف بابن ابی شیبہ آپ کا وصال ماہ محرم الحرام میں ہوا آپ کی چند مشہور کتب یہ ہیں: المسند فی الحدیث، السنن فی الفقہ، کتاب التفسیر، التاریخ، الایمان، کتاب الزکاۃ، المصنف فی الاحادیث والآثار وغیرہ۔ (الاعلام للزرکلی، ج۴، ص۱۱۷)

[2] مسند ابن ابی شیبہ للامام ابوبکر عبداللہ بن محمد ابن القاضی ابی شیبہ الحافظ۔ (کشف الظنون، ج۲، ص۱۶۷۸)

حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی: ''میں اسے قتل کروں گا۔'' چنانچہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسجد میں داخل ہوئے مگر وہ نماز میں کھڑا تھا۔آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سوچا کہ کیا میں ایسے شخص کو قتل کردوں جو نماز ادا کررہا ہے حالانکہ سرکارِ مدینہ، راحتِ قلب وسینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں نمازیوں کو قتل کرنے سے منع فرمایا ہے؟

سرکارِ ابد قرار، شافعِ روزِ شمار، ہم بے کسوں کے مددگار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے دوبارہ ارشاد فرمایا: ''کون ہے جو اسے قتل کرے؟'' حضرت سیدنا عمرِ فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی: ''یارسولَ اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم! مَیں۔'' پس جب آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسجد میں داخل ہوئے تو وہ سجدے میں تھا تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی (اپنے دل میں) وہی بات کہی جو حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہی تھی۔ مزید یہ بھی کہا کہ ''مَیں ضرور واپس لوٹوں گا کیونکہ وہ (یعنی سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بھی واپس چلے گئے تھے جو مجھ سے بہتر ہیں۔ نبیٔ پاک، صاحبِ لولاک، سیاحِ افلاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''اے عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)! ٹھہرو (اور بتاؤ کیا ہوا) تو حضرت سیدنا عمر فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے سارا معاملہ عرض کردیا۔

تاجدارِ مدینہ، فیض گنجینہ، باعثِ نزولِ سکینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے پھر ارشاد فرمایا: ''کون ہے جو اِس کو قتل کرے؟'' حضرت سیدنا علی المرتضی کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم نے عرض کی: ''یارسولَ اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم! مَیں اسے قتل کروں گا۔'' تو نبیٔ کریم، رء وف رحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''اگر تم نے اسے پالیا تو ضرور قتل کردوگے۔'' چنانچہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسجد میں داخل ہوئے لیکن وہ جا چکا تھا۔

حضور نبی پاک، صاحبِ لولاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''**اللہ عزوجل کی قسم! اگر تم اسے قتل کر دیتے تو وہ پہلا اور آخری شخص ہوتا اس کے بعد میری اُمت میں کبھی دو آدمی بھی آپس میں اختلاف نہ کرتے۔**''

(مسندابی یعلی، مسندابی بکر الصدیق، الحدیث:۸۵، ج۱، ص۵۹، بتغیر)

علامہ ابن المدینی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ[1] (161-234ھ) نے اسے اپنی مُسند ''اَلصِّدِّیق'' میں حضرت زید بن حباب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے روایت کیا، حضرت ہُود بن عطاء رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ ''ان سے اس حدیثِ پاک کے علاوہ اور کوئی حدیث محفوظ نہ کی جا سکی۔''

امام ابو یعلیٰ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (210-307ھ) نے اسے اپنی مُسند میں موسیٰ کی ایک سند سے روایت کیا۔ موسیٰ اور ان کے شیخ دونوں حدیث میں نرم تھے لیکن حدیث کی متعدد اسناد ہیں جو اس کے ثبوت کا تقاضا کرتی ہیں۔

اللہ اللہ اللہ اللہ اللہ اللہ اللہ

[1] الحافظ المحدث ابو الحسن علی بن عبد اللہ بن جعفر بن نجیح السعدی البصری المدینی آپ بصرہ میں پیدا ہوئے اور رائی کے علاقے بسر میں ذی القعدہ کے آخر میں انتقال فرمایا اور مقام عسکر میں دفن کیا گیا آپ کی چند مشہور کتب یہ ہیں، الطبقات، الاسامی والکنی، المسند فی الحدیث، تفسیر غریب الحدیث وغیرہ۔

(معجم المؤلفین، ج۲، ص۴٦٥، الاعلام للزرکلی، ج٤، ص۳۰۳)

چوتھی حدیث پاک کی دوسری سند

امام ابو یعلیٰ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (210-307ھ) اپنی ''مُسنَد'' میں فرماتے ہیں کہ ابو خیثمہ، عمر بن یونس سے، وہ عکرمہ بن عمار سے، وہ یزید رقاشی سے، اور وہ حضرت سیدنا اَنس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسولِ پاک، صاحبِ لَولاک، سیّاحِ اَفلاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے زمانۂ مبارکہ میں ایک شخص ہمارے ساتھ غزوات میں شریک ہوتا تھا جب وہ جہاد سے واپس لوٹتا تو اپنی سواری کو ایک جانب باندھ کر مسجد کا رخ کرتا اور نماز پڑھنے میں مشغول ہوجاتا نماز کو خوب طول دیتا (یعنی لمبی کر کے پڑھتا) یہاں تک کہ بعض صحابہ کرام علیہم الرضوان اسے خود سے افضل گمان کرنے لگے۔

ایک دن نبی مُکَرَّم، نُورِ مُجسَّم، رسولِ اَکرم، شاہِ بنی آدم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم صحابہ کرام علیہم الرضوان کے ساتھ تشریف فرما تھے کہ وہ وہاں آیا تو کسی صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں عرض کی: ''یارسولَ اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم! یہ وہ شخص ہے جس کی طرف یہاں آنے کے لئے یا تو اللہ عزوجل نے پیغام بھیجا ہے یا خود ہی آگیا ہے۔'' جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اسے آتے ہوئے دیکھا تو ارشاد فرمایا: ''قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے! اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان شیطان کی طرف سے سیاہی (یعنی بدبختی) ہے۔''

جب وہ مجلس کے پاس رُکا تو رسولِ کریم، رء وف رحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے پوچھا: ''جب تُو مجلس کے پاس ٹھہرا تھا تو کیا تُو نے اپنے دل میں یہ نہ کہا تھا کہ ان لوگوں میں سے کوئی بھی مجھ سے بہتر نہیں؟'' اس نے جواب دیا: ''ہاں! ایسے

ہی کہا تھا۔'' یہ کہہ کر وہ چل دیا پھر وہ مسجد کے ایک کونے میں آیا۔ اور اپنے پاؤں کے ساتھ ایک خط کھینچا پھر اپنے ٹخنوں کو سیدھا کیا اور کھڑے ہو کر نماز پڑھنے لگا۔

اللہ کے محبوب، دانائے غُیوب، مُنَزَّہٌ عَنِ الْعُیوب عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''تم میں سے کون ہے جو اس کی طرف جائے اور اسے قتل کر دے؟'' حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسے قتل کرنے کے لئے گئے جب واپس آئے تو سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اِستِفسار فرمایا: ''کیا تم نے اس شخص کو قتل کر دیا؟'' تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی: ''میں نے اسے نماز کی حالت میں پایا تو قتل کرنے سے خوف محسوس کیا۔''

سرکارِ والا تَبار، ہم بے کسوں کے مددگار، شفیعِ روزِ شُمار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے دوبارہ ارشاد فرمایا: ''تم میں سے کون ہے جو جا کر اِسے قتل کر دے؟'' حضرت سیدنا عمر فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی: ''یارسولَ اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم! مَیں۔'' آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی تلوار اٹھائی لیکن اسے نماز کی حالت میں کھڑا دیکھ کر واپس لوٹ آئے۔ نبیٔ کریم، رء وف رحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت سیدنا فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے استفسار فرمایا: ''کیا تم نے اس شخص کو قتل کر دیا؟'' تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی: ''یارسولَ اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم! میں نے اسے نماز کی حالت میں پایا تو اسے قتل کرنے سے خوف محسوس کیا۔''

حُسنِ اَخلاق کے پیکر، نبیوں کے تاجور، مَحبوبِ رَبِّ اَکبر عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ایک بار پھر ارشاد فرمایا: ''تم میں سے کون ہے جو اس کی طرف جائے اور اسے قتل کر دے؟'' حضرت سیدنا علی المرتضیٰ کَرَّمَ اللّٰہُ تَعالٰی وَجْھَہُ الْکَرِیم نے عرض کی:

''یارسولَ اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم! اُسے میں قتل کروں گا۔'' تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشادفرمایا: ''اگر تم نے اسے پالیا تو تم ایسا ضرور کروگے۔'' حضرت سیدنا علی المرتضیٰ کَرَّمَ اللّٰہُ تعالٰی وَجْهَهُ الْکَرِیْم گئے لیکن اسے نہ پاکر واپس لوٹ آئے۔'' سرکارِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے دریافت فرمایا: ''کیا تم نے اس شخص کو قتل کردیا؟'' آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی: ''مجھے نہیں معلوم کہ وہ زمین میں کہاں چلا گیا۔'' تو نبیٔ کریم، رء وف رحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشادفرمایا: ''یہ پہلا سینگ ہے جو میری اُمت میں ظاہر ہوا اگر تم اسے قتل کردیتے تو میری اُمت میں کبھی دو آدمی بھی آپس میں اختلاف نہ کرتے، بے شک بنی اسرائیل میں اکہتر (71) فرقے تھے جبکہ یہ اُمت بہتر (72) فرقوں میں بٹے گی، ایک فرقہ کے علاوہ باقی سب جہنم میں جائیں گے۔''

راوی کہتے ہیں کہ ہم نے عرض کی: ''یارسولَ اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم! وہ فرقہ (یعنی نجات پانے والا) کون سا ہوگا؟'' آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشادفرمایا: ''وہ جماعت ہے۔''

(مسندابی یعلی الموصلی، مسندانس بن مالک، الحدیث:۴۱۱۳، ج۳، ص۴۰۴، ''احدی'' بدلہ '' واحد'')

چوتھی حدیث پاک کی تیسری سند

امام بیہقی علیہ رحمۃ اللہ القوی (384-458ھ) **"دَلَائِلُ النُّبُوَّۃِ"**[1] میں فرماتے ہیں: ''ابو عبداللہ الحافظ اور ابوسعید محمد بن موسیٰ ابن الفضل نے ہمیں خبر دی وہ دونوں فرماتے ہیں کہ ابو عباس محمد بن یعقوب، ربیع بن سلیمان سے، وہ بشر بن بکر سے، وہ اوزاعی سے، وہ رقاشی سے اور وہ حضرت سیدنا اَنَس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان نے حضور نبی کریم، رء وف رحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے ایک شخص کا تذکرہ کیا اور انہوں نے جہاد میں اس کی قوّت اور عبادت میں کوشش کا ذکر کیا، اسی اثنا میں وہ آدمی آتا دکھائی دیا تو صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عرض کی: ''یہی ہے وہ شخص جس کا ہم تذکرہ کر رہے تھے۔'' تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے! مَیں اس کے چہرے میں شیطانی بدبختی دیکھ رہا ہوں۔''

پھر اس شخص نے قریب آ کر سلام کیا تو سرکارِ مدینہ، راحتِ قلب وسینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے استفسار فرمایا: ''کیا تُو نے اپنے دل میں یہ نہیں کہا (حضرت سیدنا ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں یوں ہے کہ ''کیا تیرے نفس نے تجھے اس طرح نہیں کہا تھا) کہ لوگوں میں کوئی بھی تجھ سے بہتر نہیں؟'' اس نے کہا: ''ہاں۔'' پھر وہ مسجد میں گیا، نماز کے لئے جگہ مختص کی، اپنے قدموں کو سیدھا کیا اور نماز پڑھنے لگا تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''کون ہے جو اس کی طرف جا کر اسے قتل کر دے؟''

[1] لابی بکر احمد بن الحسین ابن الامام الحافظ بن علی البیہقی المتوفی ۴۵۸ھ۔ (کشف الظنون، ج۱، ص ۷۶۰)

حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی: ''مَیں قتل کروں گا۔'' آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کی طرف تشریف لے گئے لیکن اسے نماز کی حالت میں پایا۔ (واپس آکر) آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی: ''یارسولَ اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم! مَیں نے اسے نماز کی حالت میں پایا تو قتل کرنے سے خوف محسوس کیا۔''

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے پھر ارشاد فرمایا: ''تم میں سے کون ہے جو اس کی طرف جائے اور اسے قتل کردے؟'' حضرت سیدنا عمر فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی: ''مَیں قتل کروں گا۔'' آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کی طرف گئے پس وہی کیا جو حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کیا تھا۔

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے پھر ارشاد فرمایا: ''کون ہے جو اس کی طرف جاکر اُسے قتل کردے؟'' حضرت سیدنا علی المرتضیٰ کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْھَہُ الْکَرِیْم نے عرض کی: ''مَیں قتل کروں گا۔'' آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''اگر تم نے اسے پالیا تو تم قتل کردو گے۔'' چنانچہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کی طرف گئے دیکھا تو وہ جاچکا تھا۔ پس آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بارگاہِ رسالت میں واپس آئے تو سرکارِ مدینہ، قرارِ قلب و سینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''اے علی! یہ پہلا سینگ ہے جو میری اُمت میں ظاہر ہوا اگر تم اسے قتل کردیتے تو اس کے بعد کبھی میری اُمت کے دو آدمی بھی آپس میں اختلاف نہ کرتے۔''

پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''بنی اسرائیل اکہتر (71) فرقوں میں تقسیم ہوئے تھے جبکہ میری اُمت بہتر (72) فرقوں میں بٹے گی سوائے ایک فرقہ کے باقی سب جہنم میں جائیں گے۔'' یزید الرقاشی نے کہا وہ (نجات پانے والا فرقہ)

جماعت ہے۔

(دلائل النبوۃ للبیھقی، جماع ابواب اسئلۃ الیھود......الخ، باب ماروی فی اخبارہ ...... الخ، ج٦، ص٢٨٧)

چوتھی حدیثِ پاک کی چوتھی سند

یہی حدیثِ پاک ایک اور سند سے یزید رقاشی سے مرسلاً منقول ہے۔

امام عبدالرزاق رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ[1] (126-211ھ) ''اَلْمُصَنَّف[2]'' میں مَعْمَر سے روایت کرتے ہیں: مَعْمَر کہتے ہیں میں نے یزید رقاشی کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ ''سرکارِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ، باعثِ نُزولِ سکینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اپنے جانثار صحابہ کرام علیہم الرضوان کے درمیان جلوہ فرما تھے کہ آپ کے پاس ایک شخص آیا، صحابہ کرام علیہم الرضوان نے اس کی خوب تعریف کی مگر نبیِّ کریم، رءوف رحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''اس کے چہرے پر شیطان کی طرف سے بدبختی ہے۔'' اُس شخص نے قریب آ کر سلام کیا تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے استفسار فرمایا: ''کیا ابھی ابھی تیرے دل میں یہ بات نہیں آئی تھی کہ ان لوگوں میں کوئی بھی تجھ سے افضل نہیں؟'' اس نے کہا: ''ہاں! ایسا ہی ہے۔'' پھر وہ لوٹ گیا۔

سرکارِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ، باعثِ نُزولِ سکینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے

---

[1] الحافظ، المحدث، الفقیہ، ابوبکر عبدالرزاق بن ہمام بن نافع الصنعانی، الحمیری الیمنی آپ کا وصال ٨٥ سال کی عمر میں شوال المکرم کے درمیانی عشرہ میں ہوا، آپ کی چند مشہور کتب یہ ہیں: السنن فی الفقہ، المصنف فی الحدیث، المغازی، الجامع الکبیر فی الحدیث وغیرہ۔ (معجم المؤلفین، ج٢، ص١٤٢، الاعلام للزرکلی، ج٣، ص٣٥٣)

[2] المصنف فی الحدیث لعبدالرزاق بن ہمام۔ (کشف الظنون، ج٢، ص١٧١٢)

پوچھا: ''کیا تم میں کوئی ایسا شخص ہے جو اس کی گردن مارے؟''

حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی: ''مَیں اس کی گردن ماروں گا۔'' چنانچہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ گئے لیکن جلد ہی لوٹ آئے اور عرض کی: ''مَیں اس تک پہنچا مگر مَیں نے اسے اس حالت میں پایا کہ اس نے نشان لگا کر اپنے لئے جگہ مختص کر رکھی ہے اور اس میں نماز پڑھ رہا تھا تو میرے دِل نے اس کے قتل پر میری موافقت نہ کی۔''

حضورِ پاک، صاحبِ لَوْلاک، سیّاحِ افلاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے پھر ارشاد فرمایا: ''اسے کون قتل کرے گا؟'' تو حضرت سیدنا علی المرتضی کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْھَہُ الْکَرِیْم نے عرض کی: ''یارسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم! مَیں قتل کروں گا۔'' آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا: ''کیا تم اسے قتل کرو گے؟'' تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (اس مقصد کے لئے) اس کی طرف گئے مگر جلد ہی بارگاہِ اقدس علی صاحبہا الصلوٰۃ السلام میں لوٹ آئے اور عرض کی: ''یارسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم! اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے! اگر وہ مجھے مل جاتا تو ضرور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے پاس اس کا سر لے کر آتا۔''

حضور نبی غیب دان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: یہ شیطان کا پہلا سینگ ہے جو میری اُمت میں ظاہر ہوا اگر تم اسے قتل کر دیتے تو پھر تم میں کبھی دو شخص بھی آپس میں اختلاف نہ کرتے، بے شک بنی اسرائیل میں اکہتر (71) یا بہتر (72) فرقے بنے تھے۔ تم بھی ان کی مثل یا ان سے زیادہ فرقوں میں بٹ جاؤ گے ان میں سوائے ایک فرقہ کے کوئی بھی حق پر نہ ہوگا۔'' عرض کی گئی: ''یارسول اللہ عزوجل وصلی اللہ

تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم! وہ فرقہ کون سا ہوگا۔'' آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''وہ جماعت ہے، اس کے علاوہ باقی سب جہنمی ہیں۔''

(مجمع الزوائد، کتاب قتال اھل البغی، باب ماجاء فی الخوارج، الحدیث: ۱۰۴۰۱، ج۶، ص۳۳۶، بتغیر الالفاظ "اٰخرھافی النار")

چوتھی حدیثِ پاک کی پانچویں سند

علامہ محاملی علیہ رحمۃ اللہ الولی[1] (235-330ھ) ''اَلْاَمَالِیْ'' میں فرماتے ہیں کہ احمد بن محمد بن یحییٰ بن سعید، عباد ابن جویریہ سے، وہ امام اوزاعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے، وہ حضرت سیدنا قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اور وہ حضرت سیدنا انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ بارگاہِ رسالت علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں ایک شخص کا تذکرکیا گیا اور جہاد میں اس کی قوّت اور عبادت میں شوق اور کوشش کا ذکر کیا گیا۔

اسی اثناء میں وہ آدمی بھی وہاں آپہنچا۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کی گئی: ''یہی ہے وہ شخص جس کا ہم تذکرہ کررہے تھے۔'' تو سرکارِ مدینہ، راحتِ قلب وسینہ، باعثِ نزولِ سکینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''قسم ہے اس ذات

[1] الحافظ، المحدث، الفقیہ ابوعبداللہ الحسین بن اسماعیل بن عمر البغدادی، المحاملی، آپ ۲۳۵ھ کے ابتداء میں پیدا ہوئے اور ۳۰ سال کوفہ میں منصب افتاء پر فائز رہے اور ۲۳ ربیع الاخر ۳۳۰ھ میں آپ کا وصال ہوا، آپ کے آثار میں سے، الاجزاء المحاملیات، السنن فی الفقہ، امالی المحاملی، کتاب صلوۃ العیدین وکتاب الدعاء وغیرہ ہیں۔
(معجم المؤلفین، ج۱، ص۶۰۴، الاعلام للزرکلی، ج۲، ص۲۳۴)

کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے! مَیں اس کے چہرے پر شیطانی قباحت دیکھ رہا ہوں۔'' پس وہ شخص آیا اور سلام کیا۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا: ''جس وقت تُو ہمارے پاس آیا کیا تُو نے اپنے دل میں اس طرح کہا تھا کہ ان لوگوں میں کوئی بھی تجھ سے بہتر نہیں؟'' اس نے کہا: ''ہاں۔'' پھر وہ شخص چلا گیا اور مسجد میں ایک جگہ مختص کر کے پاؤں سیدھے کئے اور نماز پڑھنے لگا۔

حُسنِ اَخلاق کے پیکر، نبیوں کے تاجور، مَحبوبِ رَبِّ اکبر عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''کون ہے جو اس کی طرف جائے اور اسے قتل کر دے؟'' حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی: ''مَیں قتل کروں گا۔'' آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کی طرف گئے مگر اسے نماز میں قیام کی حالت میں پایا تو قتل کرنے سے خوف محسوس کیا لہٰذا آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بارگاہِ رسالت علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں لوٹ آئے۔

تاجدارِ رِسالت، شہنشاہِ نُبوت، مَخزنِ جودوسخاوت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا: ''اے ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ! تم نے کیا کیا؟'' تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی: ''یارسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم! میں نے اسے نماز میں قیام کی حالت میں پایا تو قتل کرنے سے خوف محسوس کیا۔'' تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''بیٹھ جاؤ۔''

پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا: ''تم میں سے کون ہے جو اس کی طرف جائے اور اسے قتل کر دے؟'' حضرت سیدنا عمر فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی: ''مَیں قتل کروں گا۔'' آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ گئے مگر اسے نماز میں کھڑا پایا تو اسے قتل کرنے سے خوف محسوس کیا۔'' پھر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبیِّ کریم رء وف رحیم صلی اللہ

تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے فرمایا: ''تم نے کیا کیا؟'' عرض کی: ''یارسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم! مَیں نے اسے نماز میں قیام کی حالت میں پایا تو قتل کرنے سے خوف محسوس کیا۔'' حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''بیٹھ جاؤ۔''

پھر ارشاد فرمایا: تم میں سے کون ہے جو اس کی طرف جا کر اسے قتل کر دے؟''

حضرت سیدنا علی المرتضیٰ کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالیٰ وَجْھَہُ الْکَرِیْم نے عرض کی: ''مَیں قتل کروں گا۔'' حضور نبیٔ پاک، صاحبِ لَوْلاک، سَیَّاحِ اَفلاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''اگر تم نے اسے پالیا تو ضرور قتل کردو گے۔'' حضرت سیدنا علی المرتضیٰ کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالیٰ وَجْھَہُ الْکَرِیْم اس کی طرف گئے مگر وہ جا چکا تھا، جب آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بارگاہِ نبوت میں حاضر ہوئے تو حضور نبیٔ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے استفسار فرمایا: ''تم نے کیا کیا؟'' عرض کی: ''یارسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم! وہ تو جا چکا ہے۔'' آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''بے شک یہ میری اُمت میں پہلا سینگ ہے اگر تم اسے قتل کر دیتے تو اس کے بعد کبھی دو شخص بھی آپس میں اختلاف نہ کرتے۔ بے شک بنی اسرائیل اکہتر (71) فرقوں میں تقسیم ہوگئی تھی جبکہ میری اُمت بہتر (72) فرقوں میں بٹ جائے گی۔ اُن میں ایک فرقہ کے علاوہ باقی سب جہنمی ہوں گے۔'' حضرت سیدنا قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: ''وہ جماعت ہے۔''

(المرجع السابق، بدون قول قتادہ، بتغیر)

اللہ اللہ اللہ اللہ اللہ اللہ اللہ اللہ اللہ اللہ

چوتھی حدیثِ پاک کی چھٹی سند

امام ابو یعلیٰ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی "مُسنَد" میں فرماتے ہیں کہ محمد بن بکار، ابو معشر سے، وہ یعقوب بن زید بن طلحہ سے، وہ زید بن اسلم سے اور وہ حضرت سیدنا اَنَس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْ وَر، دوجہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں ایسے شخص کا تذکرہ کیا گیا جو دشمن کو زخمی یا قتل کر کے اس پر غالب آجاتا تھا اور پوری طاقت صرف کرتا تھا تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "میں اسے نہیں جانتا۔" صحابہ کرام علیہم الرضوان عرض کرنے لگے: "کیوں نہیں! اس میں یہ یہ خوبیاں بھی ہیں۔"

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "میں اسے نہیں پہچانتا۔" اسی دوران وہ شخص بھی آگیا تو صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عرض کی: "یارسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم! یہی ہے وہ شخص جس کا ہم تذکرہ کر رہے تھے۔" آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "اسے تو میں جانتا ہوں یہ پہلا سینگ (یعنی شیطان کی رائے کا پابند شخص) ہے جو میں نے اپنی اُمت میں دیکھا، اس میں شیطانی بدبختی ہے۔" جب وہ شخص قریب پہنچا اور سلام کیا تو لوگوں نے اس کے سلام کا جواب دیا پھر سیّدُ الْمُبَلِّغِین، رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلَمِیْن صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے ارشاد فرمایا: "میں تجھے اللہ عزوجل کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ جب تُو ہمارے سامنے ظاہر ہوا تھا تو کیا تو نے اپنے دل میں کہا تھا کہ ان لوگوں میں کوئی بھی تجھ سے افضل نہیں؟" اس نے کہا: "اللہ عزوجل کی قسم! ہاں، بات تو ایسی ہی ہے۔" پھر وہ مسجد میں داخل ہو کر نماز پڑھنے لگا۔

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ارشاد فرمایا: ''اُٹھو اور اسے قتل کر دو۔'' حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب مسجد میں داخل ہوئے تو اسے نماز کی حالت میں پایا تو اپنے دل میں کہنے لگے کہ نماز کی ایک حرمت اور حق ہے اس لئے مجھے حضور نبیٔ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے اجازت لینی چاہئے۔ چنانچہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بارگاہِ اقدس میں حاضر ہوئے تو نبیٔ کریم، رؤف رحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے استفسار فرمایا: ''کیا تم نے اسے قتل کر دیا؟'' آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی: ''نہیں، میں نے اسے نماز پڑھتے ہوئے دیکھا تو سوچا کہ نماز کی ایک حرمت اور حق ہے، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اگر چاہتے ہیں کہ (اسی حالت میں) اسے قتل کر دوں تو میں اسے قتل کر دیتا ہوں۔'' آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''یہ تمہارا کام نہیں، اے عمر! تم جاؤ اور اسے قتل کر دو۔''

حضرت سیدنا عمرِ فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسجد میں داخل ہوئے تو وہ سجدہ کی حالت میں تھا آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کافی دیر اس کا انتظار کیا پھر دل میں کہنے لگے کہ سجدہ کا بھی حق ہے مجھے رسولِ کریم، رءوف رحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے اجازت طلب کر لینی چاہئے اس لئے کہ حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو مجھ سے بہتر ہیں انہوں نے بھی اجازت طلب کی۔''

چنانچہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے۔ حضورنبیٔ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے استفسار فرمایا: ''کیا تم نے اسے قتل کر دیا؟'' آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی: ''نہیں، مَیں نے اسے سجدہ کی حالت میں دیکھ کر سوچا کہ سجدہ کا بھی ایک حق ہے، اگر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم چاہتے ہیں کہ (اسی حالت) میں اسے قتل کر دوں

تو میں اسے قتل کر دیتا ہوں۔'' تو نبیٔ کریم، رء وف رحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''یہ تمہارا کام نہیں، اے علی! تم اُٹھو (چنانچہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہاں گئے) مگر اسے نہ پایا کیونکہ وہ مسجد سے جاچکا تھا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے۔ تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے استفسار فرمایا: ''کیا تم نے اسے قتل کر دیا؟'' آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی: ''نہیں، تو حضور پرنور، شافعِ یومُ النشور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''اے علی! اگر تم اسے قتل کر دیتے تو میری اُمت میں سے کبھی دو آدمی بھی دجال کے معاملہ میں باہم اختلاف نہ کرتے۔''

(مسند ابی یعلٰی، مسندانس بن مالك، الحدیث: ۳۶۵۶، ج۳، ص ۲۹۰/ ۲۸۹)

هم رسولُ اللّٰه کے جنت رسولُ للّٰه کی

حضرت سیدنا ربیعہ بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں ایک مرتبہ میں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو وضو کروایا تو رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے خوش ہو کر ارشاد فرمایا: ''اے ربیعہ مانگ کیا مانگتا ہے؟'' عرض کی: ''جنت میں آپ کی رفاقت چاہئے۔'' دریائے رحمت مزید جوش میں آیا، فرمایا: ''کچھ اور مانگنا ہے؟'' میں نے عرض کی: ''بس! صرف یہی۔'' تو سرکار نامدار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''اپنے نفس پر کثرت سجود سے میری مدد کرو۔

(صحیح مسلم، الحدیث: ۴۸۹، ص ۲۵۳)

چوتھی حدیثِ پاک کی ساتویں سند

امام بزار علیہ رحمۃ اللہ الغفار[1] (210-292ھ) اپنی "مُسْنَد[2]" میں فرماتے ہیں کہ ابراہیم بن عبداللہ کوفی، عبداللہ بن شریک سے، وہ اپنے والد سے، وہ اعمش سے، وہ ابوسفیان سے اور وہ حضرت سیدنا اَنَس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ہم بارگاہِ نبوت میں حاضر تھے کہ ایک اچھی ہیئت و حالت والا شخص آیا۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان نے اس کی کچھ خوبیاں بیان کیں تو رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "میں اس کے چہرے پر جہنم کی علامت دیکھ رہا ہوں۔" جب وہ قریب پہنچا تو اس نے سلام کیا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا: "اللہ عزوجل کی قسم! مجھے یقین ہے کیا تُو نے اپنے دل میں اس طرح نہ کہا تھا یا اپنے بارے میں یہ نہ سوچا تھا کہ تو ان لوگوں میں سب سے افضل ہے؟" اس نے جواب دیا: "ہاں (ایسا ہی ہے)۔" جب وہ چلا گیا تو نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: (شیطان کا) سینگ ظاہر ہوگیا ہے، یہ اور اس کے ساتھی انہی (شیاطین) میں سے ہیں۔

حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی: "یارسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم! کیا میں اسے قتل نہ کردوں؟" تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے

[1] حافظ الحدیث، المحدث، الفقیہ ابوبکر احمد بن عمرو بن عبدالخالق البصری، البزار، آپ کی چند مشہور کتب یہ ہیں: شرح موطأ امام مالک، مسند البزار، البحر الزاخر وغیرہ۔

(معجم المؤلفین، ج۱، ص ۲۲۰، الاعلام للزرکلی، ج۱، ص ۱۸۹)

[2] مسند البزار، لابی بکر احمد بن عمرو بن عبدالخالق البزار۔ (کشف الظنون، ج۲، ص ۱۶۸۲)

ارشاد فرمایا: ''کیوں نہیں۔'' چنانچہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کی طرف گئے مگر اسے مسجد میں نماز کی حالت میں پایا تو بارگاہِ اَقدس میں حاضر ہو کر عرض کی: ''میں نے اسے نماز کی حالت میں پایا تو قتل نہ کر سکا۔''

حضرت سیدنا عمرِ فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی: ''کیا میں اسے قتل نہ کر دوں؟'' آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''کیوں نہیں۔'' چنانچہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کی طرف گئے مگر اسے مسجد میں نماز کی حالت میں پایا تو بارگاہِ نبوت میں حاضر ہو کر عرض کی: ''میں نے اسے نماز کی حالت میں پایا تو قتل نہ کر سکا۔''

حضرت سیدنا علی المرتضی کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْھَہُ الْکَرِیْم نے عرض کی: ''یارسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم! کیا میں اسے قتل کر دوں؟'' آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''کیوں نہیں، اگر تم نے اسے پا لیا تو ضرور قتل کر دو گے۔'' حضرت سیدنا علی المرتضی کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْھَہُ الْکَرِیْم اس کی طرف گئے مگر اسے نہ پایا۔'' (وہ مسجد سے جا چکا تھا)

اللہ اللہ اللہ اللہ اللہ اللہ اللہ اللہ

حضرتِ سیدنا عبداللہ بن مبارک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا گیا کہ ''انسان کون ہیں؟'' فرمایا، ''علماء۔'' پھر پوچھا گیا کہ ''بادشاہ کون ہیں؟'' فرمایا، ''آخرت کے لئے دنیا سے روگردانی کرنے والے۔'' پھر پوچھا گیا کہ ''بے وقوف کون ہیں؟'' فرمایا، ''اپنے دین کے بدلے دنیا کمانے والے لوگ۔'' (المحدث الفاصل، ج ۱، ص ۲۰۵)

چوتھی حدیثِ پاک کی آٹھویں سند

علامہ ابوبکر بن ابی شیبہ (159-235ھ) اور امام احمد بن مَنِیع (160-244ھ) رحمہما اللہ تعالیٰ دونوں اپنی اپنی ''مُسنَد'' میں فرماتے ہیں کہ یزید بن ہارون، عوام بن حوشب سے، وہ طلحہ بن نافع ابوسفیان سے اور وہ حضرت سیدنا جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص شہنشاہِ خوش خِصال، پیکرِ حُسن و جمال، بی بی آمنہ کے لال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ورضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس سے گزرا۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان نے اس کے بارے میں گفتگو کرتے ہوئے اس کی تعریف کی۔ تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''اسے کون قتل کرے گا؟'' حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی: ''مَیں۔'' آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کی طرف گئے مگر اسے نماز کی حالت میں کھڑا پایا۔ اس نے نشان لگا کر اپنے لئے جگہ مخصوص کر رکھی تھی۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ واپس لوٹ آئے اور اسے نماز کی حالت میں قتل نہ کیا۔

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے پھر ارشاد فرمایا: ''اسے کون قتل کرے گا؟'' حضرت سیدنا عمر فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی: ''میں قتل کروں گا۔'' پس آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کی طرف گئے مگر اسے اسی مخصوص جگہ پر نماز کی حالت میں کھڑا دیکھا تو واپس لوٹ آئے اور اسے قتل نہ کیا۔

سرکارِ مدینہ، راحتِ قلب وسینہ، باعثِ نزولِ سکینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے پھر ارشاد فرمایا: ''اسے کون قتل کرے گا؟'' حضرت سیدنا علی المرتضیٰ کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْھَہُ الْکَرِیْم نے عرض کی: ''اسے مَیں قتل کروں گا۔'' آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''تم ہی ایسا کرتے مگر مجھے لگتا ہے کہ تم اسے نہیں پاؤ گے۔'' آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کی

طرف گئے تو وہ جا چکا تھا۔

(مسند ابی یعلی، مسند جابر بن عبداللہ، الحدیث: ۲۲۱۲، ج ۲، ص ۳۳۸)

امام ابو یعلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس حدیثِ پاک کی تخریج یوں کرتے ہیں کہ ابو خیثمہ، یزید بن ہارون سے اس حدیثِ پاک کو روایت کرتے ہیں۔

یہ سند امام مسلم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی شرط کے مطابق صحیح ہے۔ یزید بن ہارون اور عوام بن حوشب صحیحین کے راویوں میں سے ہیں اور ابوسفیان طلحہ بن نافع، مسلم شریف کے راویوں میں سے ہیں، اگر حدیث کی اس سند کے علاوہ کوئی اور سند نہ بھی ہوتی تو بھی یہ سند اس حدیث کے ثبوت اور صحت کے لئے کافی ہوتی۔

اللہ اللہ اللہ اللہ اللہ اللہ اللہ اللہ اللہ

جنت میں بھی عُلَماء کی حاجت ہوگی

فرمانِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم: ''جنتی، جنت میں علماء کرام کے محتاج ہوں گے، اس لئے کہ وہ ہر جمعہ کو اللہ تعالیٰ کے دیدار سے مشرف ہوں گے، اللہ تعالیٰ فرمائے گا: ''تَمَنَّوْا عَلَیَّ مَاشِئْتُمْ یعنی مجھ سے مانگو، جو چاہو۔'' وہ جنتی، علماء کرام کی طرف متوجہ ہوں گے کہ ''اپنے رب کریم عزوجل سے کیا مانگیں؟'' وہ فرمائیں گے: ''یہ مانگو وہ مانگو۔'' جیسے وہ لوگ دنیا میں علماء کرام کے محتاج تھے، جنت میں بھی ان کے محتاج ہوں گے۔

(الفردوس بماثور الخطاب، ج ۱، ص ۲۳، الحدیث: ۸۸۰، والجامع الصغیر، ص ۱۳۵، الحدیث: ۲۲۳۵)

پانچویں حدیثِ پاک

سیدنا امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (164-241ھ) اپنی ''مُسنَد[1]'' میں فرماتے ہیں: ''رَوح، عثمان الشحام سے، وہ مسلم بن ابوبکرہ سے اور وہ اپنے والد حضرت سیدنا ابوبکرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور نبیٔ پاک، صاحبِ لَوْلاک، سیّاحِ اَفلاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نماز کی طرف جاتے وقت ایک شخص کے قریب سے گزرے جو سجدہ میں تھا۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے نماز ادا فرمائی اور واپس تشریف لائے تو وہ شخص ابھی تک سجدہ میں ہی تھا۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم وہاں ٹھہر گئے اور ارشاد فرمایا: ''اسے کون قتل کرے گا؟'' ایک شخص کھڑا ہوا اس نے اپنی آستینیں چڑھائیں، تلوار سونتی اور اسے لہرایا پھر عرض کرنے لگا: ''یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم! میرے ماں باپ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر قربان! میں سجدہ کرنے والے ایسے شخص کو کیسے قتل کروں جو یہ گواہی دیتا ہے کہ اللہ عزوجل کے سوا کوئی معبود نہیں اور (حضرت) محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اس کے خاص بندے اور رسول ہیں؟''

حضور نبیٔ کریم، رء وف رحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے دوبارہ ارشاد فرمایا: ''اس شخص کو کون قتل کرے گا؟'' ایک دوسرے شخص نے کہا: ''مَیں قتل کروں گا۔'' اس نے بھی اپنی آستینیں چڑھائیں، تلوار سونتی، اسے لہرایا مگر اس کے ہاتھ کانپنے لگے، عرض کرنے لگا: ''یارسولَ اللہ عزوجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم! میں سجدہ کرنے والے

[1] مسند الامام احمد بن محمد بن حنبل مسند احمد ۳۰ ہزار احادیث اور ۱۴ جلدوں پر مشتمل ہے۔
(کشف الظنون، ج۲، ص ۱۶۸۰)

ایسے شخص کو کیسے قتل کردوں جو یہ گواہی دیتا ہے کہ اللہ عزوجل کے سوا کوئی معبود نہیں اور (حضرت) محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اس کے خاص بندے اور رسول ہیں؟''

سرکارِ مدینہ، راحتِ قلب وسینہ، باعث نزولِ سکینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے! اگر تم اسے قتل کر دیتے تو وہ پہلا اور آخری فتنہ ہوتا۔''

(المسند للامام احمدبن حنبل، حدیث ابی بکرۃ، الحدیث: ۲۰۴۵۳، ج۷، ص۳۱۷)

یہ سند بھی امام مسلم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی شرط کے مطابق ہے۔ ''رَوْح'' صحیحین کے راویوں میں سے ہے اور عثمان الشحام اور مسلم بن ابوبکرہ دونوں مسلم شریف کے راویوں میں سے ہیں۔ گذشتہ روایت میں حضرت سیدنا جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت سے مغایرت (یعنی فرق) ہے شاید یہ کوئی اور واقعہ ہو جو کسی اور شخص کے ساتھ پیش آیا ہو پس حضرت سیدنا ابوبکرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ان احادیث مبارکہ میں سے پانچویں حدیث ہے جن پر ہم نے اعتماد کیا ہے۔

چھٹی حدیثِ پاک

علامہ ابن سعد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ[1] (168-230ھ) ''اَلطَّبَقَات[2]'' میں فرماتے ہیں کہ محمد بن عمر واقدی نے اپنے شیوخ سے روایت کرتے ہوئے ہمیں خبر دی کہ ''مجذَّر بن زیاد[3] نے زمانہ جاہلیت میں کی رنجش کے سبب سوید بن صامت پر قابو پا کر اسے قتل کر دیا اور یہ اسلام سے پہلے کا واقعہ ہے۔ جب نبی مُکَرَّم، نُورِ مُجَسَّم، رسولِ اَکرم، شاہِ بنی آدم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم مدینہ منورہ تشریف لائے تو حارث بن سوید اور مجذر بن زیاد نے اسلام قبول کرلیا۔ دونوں بدر کی لڑائی میں شریک ہوئے۔ حارث جنگ میں مجذر کو تلاش کرنے لگے۔ تا کہ انہیں قتل کر کے اپنے باپ کے قتل کا بدلہ لیں لیکن انہیں موقع نہ ملا۔

پھر غزوہ اُحد کا دن آیا مسلمانوں نے نقصان اٹھانے کے بعد دوبارہ حملہ کیا تو حارث مجذَّر کے پیچھے سے آئے اور ان کی گردن اُڑا دی۔ جب رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ

---

[1] حافظ الحدیث، المحدث، ابوعبداللہ محمد بن سعد بن منیع الزھری، البصری آپ علیہ الرحمہ بصرہ میں پیدا ہوئے اور بغداد میں رہائش اختیار فرمائی اور جمادی الآخر میں آپ کا وصال ہوا، آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے آثار میں سے، طبقات الصحابہ المعروف بطبقات ابن سعد ہے۔

(معجم المؤلفین، ج ۳، ص ۳۱۳، الاعلام للزرکلی، ج ۶، ص ۱۳۶)

[2] طبقات الصحابہ والتابعین لابی عبداللہ محمد بن سعد الزھری، البصری، اولا اپنے زمانہ میں آپ نے اس کی ۱۵ جلدیں لکھیں پھر اس میں سے انتخاب کر کے ۱۵ جلدوں سے کم کر دی گئی۔ (کشف الظنون، ج ۲، ص ۱۱۰۳)

[3] المجذَّر بن زیاد بن عمرو بن اخرم البلوی (المتوفی ۳ھ)، صحابہ کرام علیہم الرضوان میں سے ہیں انہوں نے زمانہ جاھلیت میں سوید بن صامت کو قتل کیا ان کے نام کے بارے میں دو قول ہیں: ایک عبداللہ اور دوسرا مجذَّر کا ہے، غزوۂ اُحد کے دن شہید ہوئے، حارث بن سوید بن صامت نے ان کو قتل کیا۔ (الاعلام للزرکلی، ج ۵، ص ۲۷۸)

تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم حمراء اَسَد سے واپس تشریف لائے تو حضرت جبرائیل علیہ السلام آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو خبر دی کہ حارث بن سوید نے مجذَّر بن زیاد کو دھوکے سے قتل کر دیا ہے پھر جبرائیل علیہ السلام نے عرض کی کہ ''ان کو قتل کیا جائے۔

چنانچہ تاجدارِ رسالت، شہنشاہِ نبوت، مخزنِ جود وسخاوت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اس دن جب کہ سخت گرمی تھی سوار ہو کر قباء کی طرف تشریف لے گئے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم مسجد قباء میں داخل ہوئے اور نماز ادا فرمائی۔ انصار کو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی آمد کی خبر ہوئی تو وہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور سلام عرض کیا، انہیں ایسے دن اور اس وقت آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی آمد کا یقین نہ آرہا تھا اتنے میں حارث بن سوید ایک رنگین چادر میں وہاں پہنچے جب رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں دیکھا تو عویم بن ساعدہ کو بلایا اور ارشاد فرمایا: ''حارث بن سوید کو مسجد کے دروازہ کے پاس لے جاؤ اور مجذر بن زیاد کے بدلے اس کی گردن مار دو اس لئے کہ اس نے مجذر کو دھوکے سے قتل کیا ہے۔''

حارث کہنے لگے: ''اللہ عزوجل کی قسم! مجذَّر کو میں نے ہی قتل کیا ہے لیکن میرا اسے قتل کرنا اسلام سے پھرنے یا اس میں کسی شک کی بناء پر نہ تھا بلکہ شیطان کی طرف سے غصہ دلانے اور اپنے نفس پر بھروسا کرنے کی وجہ سے تھا۔ میں اللہ عزوجل اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں اپنے اس عمل سے توبہ کرتا ہوں۔ میں اس کی دیت ادا کروں گا، لگاتار دو ماہ کے روزے رکھوں گا اور ایک غلام آزاد کروں گا۔''

جب انہوں نے اپنی گفتگو مکمل کی تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''اے

عویمر! اسے لے جاؤ اور اس کی گردن اڑا دو۔'' چنانچہ وہ انہیں لے گئے اور قتل کر دیا۔

(السنن الکبری للبیھقی، کتاب الجراح، باب ماجاء فی قتل الغیلۃ ...... الخ، الحدیث: ۱٦۰٦۱، ج۸، ص ۱۰۱)

حضرت سیدنا حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ[1] نے اس بارے میں ایک شعر کہا ہے:

یَاحَارِ فِیْ سِنَۃٍ مِنْ نَوْمٍ اَوَّلِکُمْ　　　اَمْ کُنْتَ وَیْحَکَ مُغْتَرًّا بِجِبْرِیْلَ

ترجمہ: اے حارث! تجھ پر افسوس ہے کیا تو اُونگھ میں تھا یا جبرائیل علیہ السلام سے دھوکے میں۔

اَمْ کَیْفَ یَا ابْنَ زِیَادٍ حِیْنَ تَقْتُلُہٗ　　　بِغِرَّۃٍ فِیْ فَضَاءِ الْاَرْضِ مَجْھُوْلُ

ترجمہ: اے ابن زیاد! تو کیسے پوشیدہ رہ سکتا تھا جبکہ تو اسے (یعنی سوید کو) زمین کی کھلی فضاء میں دھوکے سے قتل کر رہا تھا۔

علامہ ابن اثیر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ[2] (555-630ھ) فرماتے ہیں کہ ''اس روایت

---

[1] شاعر النبی علیہ السلام، ابو الولید حضرت سیدنا حسان بن ثابت بن المنذر، الخزرجی، الانصاری، الصحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ (المتوفی 54ھ) آپ مخضرمین میں سے ہیں کہ جنہوں نے زمانہ جاہلیت واسلام دونوں کو پایا، آپ نے ۳۰ سال زمانہ جاہلیت اور اسی کی مثل زمانہ اسلام میں زندگی گزاری، آپ مدینہ منورہ کے رہنے والوں میں سے تھے زمانہ جاہلیت میں انصار کے شاعر، اور زمانہ نبوت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے شاعر اور اس کے بعد یمنیوں کے شاعر رہے۔ (الاعلام للزرکلی، ج ۲، ص ۱۷٦۔۱۷۵)

[2] الحافظ، المحدث، الادیب، عزالدین، ابو الحسن علی بن محمد بن عبدالکریم بن عبدالواحد الشیبانی الموصلی، الجزری المعروف بابن الاثیر آپ جمادی الاولی میں جزیرۂ ابن عمر میں پیدا ہوئے وہیں پرورش پائی پھر **موصل** میں سکونت اختیار فرمائی آپ نے ۲۵ شعبان کو موصل میں وصال فرمایا۔ آپ کی چند مشہور کتب یہ ہیں: الکامل فی التاریخ، اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ، اللباب فی تھذیب الانساب، الجامع الکبیر وغیرہ۔

(معجم المؤلفین، ج ۲، ص ۵۲۳، الاعلام للزرکلی، ج ٤، ص ۳۳۱)

کے ناقلین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ حارث بن سوید وہ ہیں جنہوں نے مجذّر بن زیاد کو قتل کیا تھا پس رسولِ پاک، صاحبِ لولاک، سیّاحِ افلاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں قتل کرنے کا حکم فرمایا۔''

ناقلین کا یہ ''اتفاق'' جسے ابن اثیر علیہ رحمۃ اللہ الکبیر نے ذکر کیا ہے، یہ اس بات کا تقاضہ کرتا ہے کہ اس روایت پر حدیثِ صحیح کا حکم لگایا جائے اگرچہ اس کی سند صحیح کی شرط پر نہیں جیسا کہ علمِ اصولِ حدیث میں قاعدہ مقرر ہے۔ اس بات کو علامہ ابن عبدالبر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (368-463ھ) نے ''اَلتَّمْھِیْد''[1] میں اور دیگر علماء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ نے ذکر کیا ہے۔

یہ مذکورہ فیصلہ **حقیقت** اور **باطن پر اطلاع** ہونے کے تقاضے کے مطابق تھا کیونکہ اس میں وارث کی طرف سے نہ تو قصاص کا دعویٰ کیا گیا، نہ دِیت قبول کی گئی اور نہ ہی ورثاء میں سے کسی کے نابالغ ہونے کی بناء پر اس کے بالغ ہونے کے لئے تاخیر واقع ہوئی۔

باوجود یہ کہ بیان کردہ تمام اُمور شریعت کے تقاضوں میں سے ہیں۔ مگر سرکارِ دوعالم، نورِ مجسَّم، شاہِ بنی آدم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اس فیصلے کو نافذ فرمانے کے لئے بنفسِ نفیس (یعنی بذاتِ خود) سوار ہو کر تشریف لائے حالانکہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے قصاص کے واقعات میں جتنے فیصلے فرمائے کبھی ایسا نہ کیا بلکہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اپنے گھر یا مسجد نبوی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں تشریف فرما ہوتے، وارث آتا، قتل کا دعویٰ کرتا، اسے ثابت کرتا پھر اگر وہ قصاص کا مطالبہ کرتا تو رسولِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

[1] التمهید لمافی الموطأ من المعانی والاسانید للحافظ ابی عمر بن عبدالبر (المتوفی ۴۶۳ھ) (کشف الظنون، ج ۱، ص ۴۸۴)

اسے عفوودرگزر کی ترغیب دیتے جیسا کہ حدیثِ پاک میں ہے: ''جب بھی رسولِ کریم، رء وف رحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں قصاص کا مطالبہ کیا گیا تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے عفوودرگزر سے کام لینے کا حکم فرمایا۔''

(سنن ابن ماجه، کتاب الدیات، باب العفو فی القصاص، الحدیث:۲۶۹۲، ج۳، ص۲۹۹)

علامہ بُلقینی علیہ رحمۃ اللہ القوی (763-824ھ) نے ''اَلـــرَّوْضَة'' کے حاشیہ میں علامہ ابن منذر (242-318ھ) اور امام طبرانی (260-360ھ) رحمہما اللہ تعالیٰ کے حوالے سے نقل کیا کہ ان دونوں نے استدلال کیا ہے کہ ''رسولِ اَکرم، نورِ مجسّم، شاہِ بنی آدم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم علم کے ساتھ فیصلہ فرماتے تھے۔'' دونوں اس حدیثِ پاک سے استدلال کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''اے خاتون! اپنے شوہر کے مال سے دستور کے مطابق اتنا لے لیا کر جتنا تجھے اور تیرے بچوں کو کفایت کرے۔''

(صحیح البخاری، کتاب الاحکام، باب القضاء علی الغائب، الحدیث:۷۱۸۰، ج ٤، ص٤٦٦)

اس استدلال کی وجہ یہ ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اس عورت سے زوجیت (یعنی اس شخص کی بیوی ہونے) پر دلیل کا مطالبہ کئے بغیر اس کے لئے فیصلہ فرما دیا تھا۔

اعتراض: اگر یہ کہا جائے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اسے وارث کے دعویٰ اور مطالبہ کے بغیر نیز تمہاری ذکر کردہ باتوں کے وقوع کے بغیر اس لئے قتل کر دیا تھا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے پاس وحی آ گئی تھی۔

جواب: تو میں جواب میں کہوں گا کہ ہاں! بات ایسے ہی ہے اور یہی ہمارا مدعا ہے۔ حقیقت کے مطابق فیصلہ صادر فرمانے کا مفہوم یہی ہے کہ اس معاملہ کی حقیقت آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو وحی کے ذریعے بتا دی جائے اور پھر شرعی طور پر معتبر

شرائط پر توقف کئے بغیر اسے نافذ کرنے کا حکم دے دیا جائے۔

بہر حال حقیقت کے مطابق فیصلہ کرنے کا اس کے علاوہ اور کوئی مفہوم نہیں۔
کیونکہ حضرت سیدنا خضر علیہ السلام نے بھی اس لڑکے کو وحی الٰہی عزوجل نازل ہونے کے بعد قتل کیا تھا اور انہیں مطلع کر دیا گیا تھا کہ اس کے کافر ہونے پر مہر ثبت کر دی گئی ہے اور پھر آپ علیہ السلام کو حکم دیا گیا کہ شریعت مطہرہ میں معتبر دو باتوں کے پائے جانے سے پہلے ہی اسے قتل کر دو اور وہ بلوغت اور بڑے ہو کر کفر کا اظہار ہے اسی لئے تو حضرت سیدنا خضر علیہ السلام نے فرمایا:

وَمَا فَعَلْتُهٗ عَنْ اَمْرِیْ ترجمۂ کنزالایمان: اور یہ کچھ میں نے اپنے سے نہ کیا۔ (پ۱۶، الکھف:۸۲)

علامہ ابوالحیان علیہ رحمۃ اللہ المنان[1] (654-745ھ) اپنی تفسیر[2] میں فرماتے ہیں:
''جمہور کا قول یہ ہے کہ حضرت سیدنا خضر علیہ السلام نبی ہیں اور آپ علیہ السلام کا علم باطنی اُمور کی معرفت تھا جو ان کی طرف وحی کی جاتی تھی اور حضرت سیدنا موسیٰ کلیم اللہ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کا علم ظاہر کے مطابق فیصلہ کرنا تھا۔''

(تفسیر البحر المحیط، پارہ ۱۵، سورۃ الکھف، تحت آلآیۃ:۶۵، ج۶، ۱۳۹)

اللہ اللہ اللہ اللہ اللہ اللہ اللہ اللہ

[1] المفسر، المحدث، الادیب اثیر الدین ابو حیان محمد بن یوسف بن علی بن یوسف بن حیان الغرناطی، الجیانی الاندلسی، آپ علیہ الرحمۃ کی پیدائش شوال المکرّم کے آخر میں ہوئی آپ کا وصال ماہ صفر المظفر میں قاہرہ میں ہوا اور مقبرۂ صوفیہ میں دفن کئے گئے، آپ کی چند مشہور کتب یہ ہیں: البحر المحیط فی تفسیر القرآن، النہر، تحفۃ الاریب، الادراک للسان الاتراک۔ (معجم المؤلفین، ج۳، ص۷۸۴، الاعلام للزرکلی، ج۷، ص۱۵۲)

[2] البحر المحیط، فی التفسیر للشیخ اثیر الدین ابی حیان محمد بن یوسف الاندلسی۔ (کشف الظنون، ج۱، ص۲۲۶)

تین سو درہم کا فیصلہ

سیدنا امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ ''عفان، حماد بن سلمہ سے، وہ عبدالملک ابوجعفر سے، وہ ابونضرہ سے اور وہ حضرت سیدنا سعد بن اطول رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ان کا بھائی ترکے میں تین سو درہم اور اہل وعیال چھوڑ کر دنیا سے چل بسا، پس مَیں نے وہ رقم اس کے گھر والوں پر خرچ کرنے کا ارادہ کیا تو نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''تیرا بھائی قرض میں گرفتار تھا لہذا اس کی طرف سے قرض ادا کرو۔'' (قرض ادا کرنے کے بعد) انہوں نے عرض کی: ''یارسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم! میں نے اس کی طرف سے سارا قرض ادا کر دیا ہے سوائے ان دو دیناروں کے جن کا دعویٰ ایک عورت کرتی ہے حالانکہ اس کے پاس کوئی دلیل نہیں۔'' تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''اسے دے دو، وہ سچ کہتی ہے۔''

(سنن ابن ماجه، كتاب الصدقات، باب اداء دين...... الخ، الحديث: ٢٤٣٣، ج٣، ص ١٥٥، "محبوس" بدله" محتبس")

علامہ حافظ زین الدین عراقی علیہ رحمۃ اللہ الباقی (725-806ھ) کتاب ''قُرَّةُ الْعَيْنِ بِالْمَسَرَّةِ بِوَفَاءِ الدَّيْنِ'' میں فرماتے ہیں کہ ''یہ حدیث حسن ہے۔''

یہ حدیثِ پاک **باطنی فیصلہ** کے باب سے ہے۔ اس قسم کے معاملات میں ظاہری طور پر **شریعت کا حکم** یہ ہے کہ ایسی صورت میں گواہی کا قیام اور قَسم کا پایا جانا واجب ہوتا ہے کیونکہ یہ میّت کے خلاف دعویٰ ہے خصوصاً جب ورثاء نابالغ ہوں لیکن باطن اور حقیقت پر مطلع ہونے کی وجہ سے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے قرض کی ادائیگی کا فیصلہ صادر فرمایا۔

امام نووی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (631-676ھ) ''اَلْاَذْکَار[1]'' میں فرماتے ہیں: ''وہ انسان جو کسی گناہ سے متصف ہو مثلاً یہودی، نصرانی، ظالم، زانی، مصوِّر، چور یا سود خور ہو تو اسے معین کر کے لعنت کرنا ظاہرِ حدیث کے مطابق حرام نہیں۔''

(الاذکار للنووی، باب النہی عن اللعن، فصل فی جواز اللعن......الخ، تحت الحدیث: ۱۰۰۷، ص ۲۸۲)

جبکہ امام غزالی علیہ رحمۃ اللہ الوالی[2] (450-505ھ) نے لعنت کے حرام ہونے کی طرف اشارہ فرمایا ہے البتہ! اس پر لعنت کرنا جائز ہے جس کی موت کفر پر ہونا ثابت ہو جیسے ابولہب، ابوجہل، فرعون، ہامان، قارون اور ان کی مثل دیگر لوگ۔ (المرجع السابق)

امام نووی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس کی وجہ بیان فرماتے ہیں: ''لعنت کا معنی اللہ عزوجل کی رحمت سے دور کرنا ہے اور ہم نہیں جانتے کہ اس فاسق یا کافر کا خاتمہ کیسا ہوگا۔ اور وہ لوگ جن پر سرکارِ دو عالم، نورِ مجسَّم، شاہِ بنی آدم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے لعنت فرمائی یہ اس لئے تھا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو ان کا کفر پر مرنا معلوم تھا۔'' (المرجع السابق)

اللہ اللہ اللہ اللہ اللہ اللہ اللہ اللہ

[1] حلیۃ الابرار وشعار الاخیار فی تلخیص الدعوات والاذکار فی الحدیث، للامام محی الدین ابی ذکریا یحیٰی بن شرف الدین بن مری النووی، الشافعی علیہ رحمۃ اللہ الکافی یہ اذکار نووی کے نام مشہور ہے، اس کی ایک جلد ہے جو ۳۵۵ ابواب پر مشتمل ہے۔ (کشف الظنون، ج ۱، ص ۶۸۸)

[2] الصوفی، الاصولی، الحکیم، زین الدین، حجۃ الاسلام، ابو حامد محمد بن محمد بن محمد بن احمد الطّوسی، الشافعی، المعروف بالغزالی علیہ رحمۃ اللہ الوالی آپ خراساں کے قصبہ طوس کے علاقہ طابران میں پیدا ہوئے طابران میں ہی وصال ہوا، آپ کی چند مشہور کتب یہ ہیں، احیاء علوم الدین، منہاج العابدین، ایھا الولد، میزان العمل وغیرہ۔

(معجم المؤلفین، ج ۳، ص ۶۷۱، الاعلام للزرکلی، ج ۷، ص ۲۲)

دھوکے باز عورت کا ہاتھ کٹوا دیا

امام عبدالرزاق رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (126-211ھ) ''اَلْمُصَنَّف'' میں فرماتے ہیں: ''ابن جریج[۱]، عکرمہ بن خالد سے اور وہ حضرت ابوبکر بن عبدالرحمٰن بن حارث سے روایت کرتے ہیں کہ ''ایک عورت کسی عورت کے پاس آئی اور جھوٹ بولتے ہوئے کہنے لگی کہ فلانی عورت تجھ سے زیور اُدھار مانگتی ہے۔ اس عورت نے اسے عاریۃً زیور دے دیا۔ اس نے کچھ عرصہ انتظار کیا لیکن اپنا زیور نہ پایا (پھر جب اس عورت سے زیور کا مطالبہ کیا تو) وہ کہنے لگی کہ میں نے تجھ سے زیور اُدھار لیا ہی نہیں۔ وہ دوسری عورت کے پاس گئی اور اس سے زیور کے متعلق پوچھا تو اس نے بھی کسی چیز کے اُدھار لینے کا انکار کیا پس وہ عورت رسول پاک، صاحبِ لَولاک، سیّاحِ افلاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہِ اقدس میں (شکایت لے کر) حاضر ہوئی تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے (زیور لینے والی) عورت کو بلایا تو وہ کہنے لگی: ''اس ذات کی قسم جس نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو حق کے ساتھ نبی بنا کر مبعوث فرمایا! میں نے اس سے کوئی چیز اُدھار نہیں لی۔''

تو سیِّدُ الْمُبَلِّغِین، رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلَمِین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرام علیہم الرضوان سے ارشاد فرمایا: ''جاؤ اور اس کے بستر کے نیچے سے وہ زیور لے آؤ۔'' پس وہ جا کر زیور لے آئے۔ تو حضور نبی کریم، رء وف رحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اس عورت کے

[۱] الحافظ، المحدث، المفسر، الفقیہ، ابوالولید عبدالملک بن عبدالعزیز بن جریج الاموی، المکی علیہ رحمۃ اللہ القوی آپ علیہ الرحمہ مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئے، آپ کے آثار میں سے، السنن، مناسک حج، تفسیر قرآن وغیرہ ہیں۔
(معجم المؤلفین، ج۲، ص۳۱۸، الاعلام للزرکلی، ج۴، ص۱۶۰)

متعلق فیصلہ فرمایا اور اس کا ہاتھ کاٹ دیا گیا۔

(المصنف لعبد الرزاق، کتاب العقول، باب الذی یستعبر......الخ، الحدیث: ۱۹۱۰۴، ج ۹، ص ۴۹۶، بتغیرٍ قلیلٍ)

یہ حدیثِ پاک مرسل ہے اور اس کی سند صحیح ہے نیز یہ حدیثِ پاک حضرت سیدنا سعید بن مسیّب رضی اللہ تعالیٰ عنہ (13-64ھ) کی مرسل سند سے بھی مروی ہے پس سیدنا امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ وغیرہ کے نزدیک صحیح کے درجہ میں پہنچ گئی۔

امام عبدالرزاق، حضرت ابن جریج سے، وہ حضرت یحییٰ بن سعید رحمہم اللہ تعالیٰ سے اور وہ حضرت سیدنا سعید بن مسیّب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں: ''بارگاہِ رسالت میں ایک ایسی عورت لائی گئی جو لوگوں کے پاس آئی اور کہا کہ فلاں خاندان والے تم سے فلاں فلاں چیز اُدھار مانگتے ہیں پس انہوں نے وہ چیزیں اس عورت کو دے دیں پھر جب لوگوں نے اپنی اشیاء کا مطالبہ کیا تو (جن کے نام پر وہ عورت چیزیں لے گئی تھی) ان لوگوں نے انکار کردیا اور اس عورت نے بھی کسی چیز کے اُدھار لینے کا انکار کردیا تو حضور نبی غیب دان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اس عورت کا ہاتھ کٹوا دیا۔''

(المصنف لعبدالرزاق، کتاب العقول، باب الذی یستعیر......الخ، الحدیث: ۱۹۱۰۵، ج ۹، ص ۴۹۶)

امام عبدالرزاق، حضرت ابن جریج سے اور وہ حضرت ابن منکدر رحمہم اللہ تعالیٰ سے روایت کرتے ہیں: ''حضرت سیدنا اُسید بن حضیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیوی نے اس عورت کو پناہ دی جب حضرت سیدنا اُسید رضی اللہ تعالیٰ عنہ آئے تو انہوں نے بیوی کو برا بھلا کہا اور فرمایا: جب تک مَیں نبیٔ پاک، صاحبِ لولاک، سیّاحِ اَفلاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ

وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر نہ ہو جاؤں اپنے کپڑے نہیں اُتاروں گا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بارگاہِ نبوت میں حاضر ہوئے اور یہ قصہ سنایا تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''تمہاری بیوی نے اس عورت پر رحم کیا، اللہ عزوجل تمہاری بیوی پر رحم فرمائے۔''

(المرجع السابق،الحدیث:١٩١٠٦،''رحمتها''بدله''رحمة'')

سیدنا امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (164-241ھ) اپنی ''**مُسنَد**'' میں اسود بن عامر سے، وہ شریک سے، وہ عطاء بن سائب سے، وہ ابو یحییٰ اَعرَج سے اور وہ حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ ''انہوں نے فرمایا: دو آدمی رسولِ اَکرم، نورِ مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہِ اَقدس میں اپنا فیصلہ کروانے کے لئے حاضر ہوئے۔ ان میں سے ایک کو قسم اٹھانے کا حکم ہوا۔ چنانچہ اس نے یوں قسم اٹھائی کہ ''اللہ عزوجل کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں میرے پاس اس شخص کی کوئی چیز نہیں۔'' اسی وقت حضرت سیدنا جبرائیلِ امین علیہ السلام نے بارگاہِ رسالت میں حاضر ہو کر عرض کی ''یہ شخص جھوٹا ہے اور اُس شخص کا اِس کے ذمے حق ہے۔'' تو رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اسے حکم دیا کہ وہ اس شخص کو اس کا حق ادا کرے۔

(المسند للامام احمدبن حنبل،مسندعبدالله ابن العباس،الحدیث:٢٦٩٥،ج١،ص ٦٣٥)

اللہ اللہ اللہ اللہ اللہ اللہ اللہ

اونٹنی کے چور کا فیصلہ

امام بیہقی علیہ رحمۃ اللہ القوی (384-458ھ) امام ابو منصور عبد القاہر بن طاہر سے، وہ ابو عمرو بن نُجَید سے، وہ ابو مسلم سے، وہ انصاری سے، وہ اشعث سے اور وہ حضرت سیدنا حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ کسی شخص کی اونٹنی گم ہوگئی تو اس نے ایک شخص کے خلاف دعویٰ کر دیا۔ چنانچہ اسے بارگاہِ رسالت میں لایا گیا تو مدعی (یعنی دعوی کرنے والے) نے عرض کی کہ اس شخص نے میری اونٹنی لی ہے۔'' دوسرے شخص نے کہا: ''اللہ عزوجل کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں، میں نے اس کی اونٹنی نہیں لی۔'' تو اللہ کے مَحبوب، دانائے غُیوب، مُنَزَّہٌ عَنِ الْعُیوب عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''تُو نے ہی اونٹنی لی ہے پس اسے لوٹا دے۔'' تو اس شخص نے واپس کر دی۔

(السنن الکبری للبیھقی، کتاب الایمان، باب ماجاء فی الیمین الغموس، الحدیث: ۱۹۸۸۰، ج۱۰، ص۶۶)

امام عبدالرزاق رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (126-211ھ) ''اَلْمُصَنَّف'' میں فرماتے ہیں کہ ابن جریج سے مروی ہے کہ مجھے محمد بن کعب قرظی کے حوالے سے روایت بیان کی گئی کہ ''رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے زمانۂ مبارکہ میں ایک شخص نے کسی کی اونٹنی چرالی۔ اس کے مالک نے دربارِ رسالت میں حاضر ہوکر عرض کی: ''یارسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم! فلاں شخص نے میری اونٹنی چرالی ہے مَیں اس کے پاس گیا تو اس نے واپس کرنے سے انکار کر دیا۔''

حضور نبیٔ رحمت، شفیعِ اُمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اسے پیغام بھیج کر بلایا

اور ارشاد فرمایا: ''اسے اس کی اونٹنی واپس کردو۔'' وہ کہنے لگا: ''اس ذات کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں! میں نے اُسے نہیں پکڑا اور نہ ہی وہ میرے پاس ہے۔'' رسول اکرم، نورِ مجسّم، شاہِ بنی آدم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''چلے جاؤ۔'' جب وہ جاچکا تو اسی وقت بارگار رسالت علی صاحبھا الصلوٰۃ والسلام میں حضرت سیدنا جبرائیل امین علیہ السلام نے حاضر ہوکر عرض کی ''اُس شخص نے جھوٹ بولا ہے اونٹنی اسی کے پاس ہے۔ چنانچہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی طرف پیغام بھیجا کہ وہ اسے اونٹنی واپس کردے تو اس نے واپس لوٹا دی۔

(المصنف لعبدالرزاق، کتاب الایمان والنذور، باب کفارۃ الاخلاص، الحدیث:١٦٤١٧، ج٨، ص٤٤٩، بدون ''فردھا'')

اللہ اللہ اللہ اللہ اللہ اللہ اللہ اللہ

دعوتِ اسلامی کے سنتوں کی تربیت کے مدنی قافلوں میں سفر اور روزانہ فکرمدینہ کے ذریعے مدنی انعامات کا رسالہ پر کرکے ہر مدنی (اسلامی) ماہ کے ابتدائی دس دن کے اندر اندر اپنے یہاں کے (دعوت اسلامی کے) ذمہ دار کو جمع کروانے کا معمول بنالیجئے ان شاء اللہ عزوجل اس کی برکت سے پابند سنت بننے، گناہوں سے نفرت کرنے اور ایمان کی حفاظت کے لئے کڑھنے کا ذہن بنے گا

اونٹ بول پڑا

امام طبرانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (260-360ھ) ''اَلْکَبِیْر[1]'' میں فرماتے ہیں:
حسین بن اسحاق، فروہ بن عبداللہ بن سلمہ انصاری سے، وہ ہارون بن یحییٰ حاطبی سے، وہ زکریا بن اسماعیل بن زید بن ثابت سے، وہ اپنے والد سے، وہ اسماعیل سے، وہ اپنے چچا سلیمان بن زید بن ثابت سے روایت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ حضرت سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: ''ایک دن صبح کے وقت ہم اللہ کے محبوب، دانائے غُیوب، مُنَزَّہٌ عَنِ الْعُیوب عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ مدینہ منورہ (زَادَھَا اللّٰہُ شَرَفًا وَّ تَعْظِیْمًا) کی کسی گلی میں ایک جگہ جمع تھے کہ ایک اعرابی کو دیکھا جو اپنے اونٹ کی نکیل تھامے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آکر رُکا۔ ہم بھی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے اِردگرد موجود تھے۔ اس نے اس طرح سلام عرض کیا ''اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَا النَّبِیُّ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ'' حضور نبیِ کریم، رء وف رحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے سلام کا جواب دیا اور فرمایا: ''صبح صبح کیسے آنا ہوا؟''

اسی اثناء میں اُونٹ بَلْبلایا اور ایک دوسرے شخص نے جو کہ محافظ تھا آگے بڑھ کر عرض کی: ''یارسولَ اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم! اس اعرابی نے یہ اونٹ چُرایا ہے۔'' اونٹ نے دوبارہ بَلْبلاتے ہوئے غم سے آواز نکالی تو رسولِ اکرم، نورِ مجسّم، شاہِ بنی آدم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی فریاد سننے کے لئے خاموشی اختیار فرمائی اور اس

[1] المعجم الکبیر فی الحدیث للامام ابی القاسم سلیمان بن احمد الطبرانی علیہ رحمۃ اللہ الربانی آپ علیہ الرحمہ کی معجم الکبیر ۲۵ ہزار احادیث پر مشتمل ہے۔ (کشف الظنون، ج۲، ص۱۷۳۷)

کاغم اور فریاد سُنی ۔ جب اُونٹ اپنی فریاد سنا چکا تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے محافظ کی طرف متوجہ ہوکر فرمایا: ''اس سے باز رہ، اس لئے کہ اونٹ نے تیرے خلاف گواہی دی ہے کہ تُو جھوٹا ہے۔'' جب محافظ واپس چلا گیا تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اعرابی کی طرف متوجہ ہوکر استفسار فرمایا: ''جب تم میرے پاس آئے تھے تو کیا پڑھا تھا؟'' اس نے عرض کی: ''میرے ماں باپ آپ صلی اللہ تعالیٰ علی وآلہ وسلم پر قربان! میں نے یہ پڑھا تھا: اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ حَتّٰی لَاتَبْقٰی صَلٰوۃٌ یعنی: ''اے اللہ عزوجل! محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر اتنا درود بھیج کہ کوئی درود باقی نہ رہے۔''

اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ حَتّٰی لَاتَبْقٰی بَرَکَۃٌ یعنی: ''اے اللہ عزوجل! محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر اتنی برکتوں کا نزول فرما کہ کوئی برکت باقی نہ رہے۔''

اَللّٰھُمَّ وَسَلِّمْ عَلٰی مُحَمَّدٍ حَتّٰی لَایَبْقٰی سَلَامٌ یعنی: ''اے اللہ عزوجل! محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر اتنی سلامتی فرما کہ کوئی سلامتی باقی نہ رہے۔''

اَللّٰھُمَّ وَارْحَمْ مُحَمَّدًا حَتّٰی لَاتَبْقٰی رَحْمَۃٌ یعنی: اے اللہ عزوجل! حضور نبیٔ رحمت، شفیعِ اُمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر رحمتوں کا اتنا نزول فرما کہ کوئی رحمت باقی نہ رہے۔'' (یہاں باقی نہ رہنے سے مراد رحمت برکت اور سلامتی کی کثرت ہے۔)

تو رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''اللہ عزوجل نے اس کا معاملہ مجھ پر ظاہر فرمادیا، اونٹ کے بولنے نے اس (اعرابی) کو الزام سے بری کردیا اور فرشتوں نے آسمان کے کناروں کو ڈھانپ لیا۔

(المعجم الکبیر، الحدیث: ٤٨٨٧، ج٥، ص ١٤١ ''سکن'' بدلہ ''ھدأ'')

امام حاکم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (321-405ھ) ''اَلْمُسْتَدْرَک'' میں فرماتے ہیں

کہ ابومحمد حسن بن ابراہیم اسلمی فارسی ،جعفرابن ذرستویہ سے ،وہ یمان بن سعید مصیصی سے ،وہ یحییٰ بن عبداللہ مصری سے ،وہ عبدالرزاق سے ،وہ معمر سے ،وہ زہری سے ،وہ سالم سے اوروہ حضرت سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ ہم حُسنِ اَخلاق کے پیکر،نبیوں کے تاجور،مَحبوبِ رَبِّ اَکبر عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے اِردگرد حلقہ بنائے بیٹھے تھے کہ ایک بلندآواز یمنی خانہ بدوش (یعنی بدو) سُرخ اونٹنی پرآیااوراسے مسجد کے دروازے پر بٹھا کراندرداخل ہوااورحضورنبیٔ کریم ،رء وف رحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کوسلام کرکے بیٹھ گیا۔

جب اس نے سلام کرلیاتو صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عرض کی:''یارسولَ اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم !اعرابی کے پاس جواونٹنی ہے وہ چوری کی ہے۔'' آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے دریافت فرمایا:''کیااس کاکوئی ثبوت ہے؟''عرض کی :''جی ہاں،یارسولَ اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم !'' آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت سیدناعلی المرتضی کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْھَہُ الْکَرِیْم سے ارشادفرمایا:''اے علی !اگراعرابی کے خلاف کوئی گواہی ملتی ہے تو اس سے اللہ عزوجل کا حق لے لو،اگرکوئی دلیل نہیں ملتی توپھر یہ معاملہ میرے سپردکردو۔''

اعرابی کچھ دیرسرجھکائے خاموش بیٹھارہا۔رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے فرمایا:''اے اعرابی !یاتوحکمِ الٰہی عزوجل کے لئے ٹھہرے رہو یاپھرکوئی دلیل پیش کرو۔''تودروازے کے پیچھے سے وہی اونٹنی بول پڑی:''یارسولَ اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم !قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کوبزرگی کے ساتھ مبعوث فرمایا!اس نے مجھے نہیں چرایااورنہ ہی اس کے سوامیراکوئی مالک ہے۔''

شہنشاہِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ، صاحبِ معطر پسینہ، باعثِ نُزولِ سکینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے استفسار فرمایا: اے اعرابی! تجھے اس ذات کی قسم دے کر پوچھتا ہوں جس نے تجھے الزام سے بری کرنے کے لئے اونٹنی کو قوتِ گویائی عطا فرمائی، تُو نے کیا کہا تھا۔'' (جس کی وجہ سے بچ گیا) اس نے عرض کی: ''میں نے یہ کہا تھا:

اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ لَسْتَ بِرَبٍّ اِسْتَحْدَثْنَاکَ، وَلَا مَعَکَ اِلٰہٌ اَعَانَکَ عَلٰی خَلْقِنَا، وَلَا مَعَکَ رَبٌّ فَنَشُکَّ فِی رَبُوْبِیَّتِکَ، اَنْتَ رَبُّنَا کَمَا نَقُوْلُ وَفَوْقَ مَا یَقُوْلُ الْقَائِلُوْنَ، اَسْأَلُکَ اَنْ تُصَلِّیَ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَاَنْ تُبَرِّئَنِیْ بِبَرَائَتِیْ

ترجمہ: ''اے ہمارے رب عزوجل! تُو ایسا رب نہیں کہ ہم تیرے ساتھ کوئی نیا رب بنالیں، نہ ہی تیرے ساتھ کوئی ایسا معبود ہے جو ہمیں پیدا کرنے میں تیری مدد کرے اور نہ ہی تیرے علاوہ کوئی رب ہے کہ ہم تیری ربوبیّت میں شک کریں۔ جس طرح ہم اور دیگر کہنے والے کہتے ہیں تُو اس سے بھی بڑی شان والا ہمارا پروردگار ہے، میں تیری بارگاہ میں التجا کرتا ہوں کہ حضور نبی رحمت، شفیعِ اُمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر رحمت نازل فرما اور مجھے بری فرمادے۔''

رسولِ کریم، رء وف رحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے ارشاد فرمایا: ''اے اعرابی! اس ذات کی قسم جس نے مجھے بزرگی عطا فرما کر مبعوث فرمایا! میں نے فرشتوں کو گلیوں میں ایک دوسرے پر سبقت لے جاتے ہوئے دیکھا جو تمہاری گفتگو کو لکھ رہے تھے پس کثرت سے مجھ پر درود پاک بھیجا کر۔''

(المستدرك، من كتاب آيات رسول الله......الخ، كلام الناقة......الخ، الحديث:٤٢٩٤، ج ٣، ص ٥٢٢)

امام حاکم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ اس حدیثِ پاک کے آخر سے تمام

راوی ثقہ ہیں جبکہ میں یحییٰ بن عبداللہ مصری کو عدالت اور جرح کے اعتبار سے نہیں جانتا۔

امام دیلمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ[1] (445-509ھ) ''مُسْنَدُ الْفِرْدَوْسِ''میں فرماتے ہیں کہ غانم ابن محمد، حسین بن فرساہ سے، وہ ''اَلدُّعَاءِ'' میں طبرانی سے، وہ محمد بن نصر قطان ہمدانی سے، وہ عمر بن حفص اوصابی حمصی سے، وہ سعید بن موسیٰ ازدی ثوری سے، وہ عمرو بن دینار سے، وہ نافع سے اور وہ حضرت سیدنا ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ کچھ لوگ ایک شخص کو سرکارِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ، باعثِ نُزولِ سکینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں لائے اور اس کے خلاف گواہی دی کہ اس نے ان کی اونٹنی چرائی ہے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اس کا فیصلہ فرمایا تو وہ شخص واپس چلا گیا اور یہ کہتا جا رہا تھا:

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ حَتّٰی لَایَبْقٰی مِنْ صَلَاتِکَ شَیْءٌ، وَبَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ حَتّٰی لَا یَبْقٰی مِنْ بَرَکَاتِکَ شَیْءٌ، وَسَلِّمْ عَلٰی مُحَمَّدٍ حَتّٰی لَا یَبْقٰی مِنْ سَلَامِکَ شَیْءٌ

ترجمہ : ''اے اللہ عزوجل! محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر اتنا درود بھیج کہ کوئی درود باقی نہ رہے، اے اللہ عزوجل! محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر اتنی برکتوں کا نزول فرما کہ کوئی برکت باقی نہ رہے، اے اللہ عزوجل! محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر اتنی سلامتی نازل فرما کہ کوئی سلامتی باقی نہ رہے۔''

پس اونٹ بول پڑا اور عرض گذار ہوا: ''یا رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ

[1] الحافظ، المحدث، ابوشجاع شیرویہ بن شہردار بن شیرویہ فناخسرہ الدیلمی، الھمذانی، آپ علیہ الرحمہ نے رجب المرجب کی ۱۹ تاریخ کو وصال فرمایا، آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے آثا میں سے، فردوس الاخبار بماثور الخطاب، المخرج علی کتاب الشھاب فی الحدیث، الفردوس بماثور الخطاب، مسند الفردوس وغیرہ ہیں۔

(معجم المؤلفین، ج۱، ص۸۲۳، الاعلام للزرکلی، ج۳، ص۱۸۳)

وسلم! وہ شخص مجھے چوری کرنے کے الزام سے بری ہے۔''

حضور نبیٔ پاک، صاحبِ لولاک، سَیَّاحِ افلاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''کون ہے جو اس شخص کو لے آئے؟'' حاضرین میں سے ستر (70) صحابہ کرام علیہم الرضوان نے اسے لانے میں ایک دوسرے سے جلدی کی، چنانچہ وہ اسے بارگاہِ رسالت علی صاحبھا الصلوٰۃ والسلام میں لے آئے۔

رحمتِ عالم، نورِ مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے فرمایا: ''جب تم یہاں سے لوٹ رہے تھے تو کیا کہہ رہے تھے؟'' تو اس نے جو کچھ کہا تھا بتا دیا۔'' نبیٔ اکرم، نورِ مجسّم، شاہِ بنی آدم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''یہی وجہ ہے کہ میں نے فرشتوں کو دیکھا جو مدینہ منورہ کی گلیوں میں تیزی سے آ رہے تھے، قریب تھا کہ وہ میرے اور تمہارے درمیان حائل ہو جاتے پھر حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے ارشاد فرمایا: ''تم ضرور پُل صراط پر میرے پاس آؤ گے اور تمہارا چہرہ چودھویں رات کے چاند سے زیادہ چمکدار ہو گا۔''

سوال: یہ ہے کہ سرکارِ مدینہ، راحتِ قلب وسینہ، باعثِ نزولِ سکینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا ظاہر اور باطن کا ایک ساتھ فیصلہ دینے کے ساتھ مختص ہونا اور باقی تمام انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کا ان دونوں میں سے ایک کے ساتھ فیصلہ کرنا ان انبیاء کرام علیہم السلام کے حق میں نقص اور عیب کا باعث ہے۔

جواب: یہ تو بہت ہی عجیب بات ہے اس لئے کہ صحیح احادیثِ مبارکہ میں سرکارِ دو عالم، نورِ مجسّم، شاہِ بنی آدم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے خود ارشاد فرمایا ہے کہ مجھے ایسے خصائل حمیدہ (یعنی پسندیدہ اوصاف اور خوبیاں) عطا کئے گئے جو مجھ سے پہلے کسی نبی کو عطا

نہیں کیئے گئے۔'' تو معاذ اللہ (یعنی اللہ عزوجل کی پناہ) کوئی مسلمان یہ کیسے کہہ سکتا ہے کہ یہ باقی تمام انبیاء کرام علیہم السلام کے حق میں نقص اور عیب کا باعث ہے۔

بہت سی نصوص اور نقول ایسی آئی ہیں جن کے مطابق سرکارِ دوعالم، نورِ مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم میں ایسے اُمورِ حسنہ جمع کر دیئے گئے جو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے پہلے کسی نبی میں جمع نہیں کیئے گئے۔ان میں سے قتل عمد (یعنی جان بوجھ کر قتل کرنے) میں قصاص (یعنی مقتول کے بدلے قاتل کو قتل کرنا) اور دِیت (یعنی قتل کے بدلے مال لینے) میں اختیار کا ہونا شامل ہے حالانکہ حضرت سیدنا موسیٰ کلیم اللہ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی شریعت میں صرف قصاص تھا اور حضرت سیدنا عیسیٰ روح اللہ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی شریعت میں صرف دیت تھی۔

سرکارِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ، باعثِ نُزولِ سکینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا دونوں اُمور (یعنی ظاہر وباطن) کے مطابق فیصلہ فرمانے کا عام اختیار آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کے **عموم** (یعنی عام ہونے) کی مثال ہے کیونکہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم بالاجماع تمام جن وانس کی طرف مبعوث فرمائے گئے ہیں جبکہ ہر نبی کو خاص اس کی اپنی قوم کی طرف مبعوث کیا جاتا تھا تو کیا کوئی مسلمان اس طرح کہہ سکتا ہے کہ یہ باقی تمام انبیاء کرام علیہم السلام کے حق میں نقص اور عیب ہے؟

اسی طرح آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے لئے تمام روئے زمین پر نماز ادا کرنا مباح قرار دیا گیا جبکہ باقی انبیاء کرام علیہم السلام کی عبادت کے لئے مخصوص جگہوں کے علاوہ باقی زمین پر نماز کی ادائیگی جائز قرار نہیں دی گئی تو کیا کوئی مسلمان یہ کہہ سکتا ہے کہ یہ عمومیت (یعنی تمام زمین پر نماز جائز ہونا) جس کے ساتھ ہمارے نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم مختص کیئے گئے باقی تمام انبیاء کرام علیہم السلام کے حق میں نقص وعیب کا باعث ہے؟ معاذ اللہ عزوجل

اور اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے:

تِلْکَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَھُمْ عَلٰی بَعْضٍ (پ۳، البقرۃ:۲۵۳) ترجمۂ کنزالایمان: یہ رسول ہیں کہ ہم نے ان میں ایک کو دوسرے پر افضل کیا۔

ایک اور مقام پر ارشاد فرماتا ہے:

وَلَقَدْ فَضَّلْنَا بَعْضَ النَّبِیّٖنَ عَلٰی بَعْضٍ (پ۱۵، بنی اسرائیل:۵۵) ترجمۂ کنزالایمان: اور بے شک ہم نے نبیوں میں ایک کو ایک پر بڑائی دی۔

ہر مسلمان کا یہ عقیدہ ہے کہ ہمارے نبی مکرم، نورِ مجسّم، شاہِ بنی آدم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم مطلق طور پر تمام انبیاء کرام علیہم السلام سے **افضل** ہیں اور یہ انبیاء کرام علیہم السلام میں سے کسی کے حق میں بھی نقص اور عیب کا باعث نہیں۔

اس اعتراض کا جواب دینے کی ضرورت تو نہ تھی لیکن میں نے اس خوف سے اس کا جواب دے دیا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ کوئی جاہل ایسی بات سن کر یہ وہم کرے کہ یہ دیگر انبیاء کرام علیہم السلام میں عیب اور نقص کا باعث ہے اور اس کو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ان **خصائص** کے انکار پر برانگیختہ نہ کر دے جن کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو باقی تمام انبیاء کرام علیہم الصلوۃ والسلام پر فضیلت دی گئی ہے۔

نیز وہ اس بات کا انکار نہ کر دے جو نبیٔ پاک، صاحبِ لَولاک، سَیّاحِ اَفلاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے خود بیان فرمائی ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو ایسے خصائل حمیدہ عطا کئے گئے جو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے پہلے کسی نبی کو بھی عطا نہیں کئے گئے اور یہ کہ ہر ہر خصلت (یعنی اچھی صفت) میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو دیگر انبیاء کرام علیہم السلام پر فضیلت عطا کی گئی۔ لہٰذا میں نے اس کا جواب دیا ہے تاکہ معاذ اللہ کہیں وہ کافر اور زندیق (یعنی بے دین) نہ ہو جائے۔

ہم ایسی باتوں سے اللہ عزوجل کی پناہ مانگتے ہیں اور اللہ عزوجل سے سلامتی، عافیت اورحسنِ خاتمہ کا سوال کرتے ہیں۔(اٰمِین بِجاہِ النَّبِیّ الْاَمِین صلی اللہ علیہ وسلم)

وصلی اللہ علی سیدنا محمد وعلی الہ وصحبہ وسلم تسلیما کثیرا الی یوم الدین والحمد للہ رب العالمین

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے غیب کی خبر دی

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم کسی غزوہ میں حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے ساتھ جانے والے اسلام کے دعویدار ایک شخص کے لئے فرمایا کہ ''یہ جہنمی ہے۔'' جنگ شروع ہوئی تو وہ بہت شدت سے لڑا، اور اسے کئی زخم آئے، بارگاہِ رسالت میں عرض کی گئ: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! جس کے بارے میں آپ نے جہنمی ہونے کا فرمایا ہے، اس نے تو بڑی شدت سے جنگ لڑی اور مر گیا۔'' ارشاد فرمایا: ''وہ جہنمی ہے۔'' یہ بات سن کر بعض لوگوں کو تشویش ہوئی ، یہی کیفیت تھی کسی نے آکر بتایا کہ وہ مرا نہیں بلکہ شدید زخمی ہے، جب رات ہوئی تو اس نے زخموں کی شدت کے باعث خود کو قتل کرلیا، جب یہ خبر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو دی گئ تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''اللّٰــہ اکبر ! میں گواہی دیتا ہوں کہ میں اللہ عزوجل کا بندہ اور رسول ہوں۔'' پھر حضرت سیدنا بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو لوگوں میں اس بات کے اعلان کا حکم فرمایا: ''جنت میں صرف مومن ہی جائے گا، ہاں! اللہ عزوجل فاسق شخص سے اپنے دینِ متین کی تائید کرا سکتا ہے۔'' تو انہوں نے اعلان کردیا

(صحیح البخاری، کتاب الجهاد، الحدیث: ۳۰۶۲، ص۲۴۶)

مآخذ ومراجع

نمبرشمار	کتاب	مصنف/مئولف	مطبوعہ
1	قرآن مجید	کلام باری تعالیٰ	ضیاء القرآن لاھور
2	کنزالایمان فی ترجمة القرآن	امام احمد رضا خانعلیہ الرحمۃ(م ۱۳۴۰ھ)	ضیاء القرآن لاھور
3	تفسیرالبحرالمحیط	ابوالحیان محمد بن یوسف اند لسیعلیہ الرحمۃ(م۷۴۵ھ)	دارالکتب العلمیة
4	صحیح البخاری	امام محمدبن اسماعیل البخاریعلیہ الرحمۃ(م ۲۵۶ھ)	دارالکتب العلمیة
5	صحیح مسلم	امام مسلم بن حجاج نیشاپوری علیہ الرحمۃ(م ۲۶۱ھ)	دار ابنِ حزم
6	سنن نسائی	امام احمد بن شعیب النسائیعلیہ الرحمۃ(م۳۰۳ھ)	دار الجیل بیروت
7	سنن ابن ماجه	امام محمد بن یزید القزوینی ابن ماجه علیہ الرحمۃ (م۲۷۳ھ)	دارالمعرفةبیروت
8	سنن الترمذی	امام محمدبن عیسیٰ الترمذیعلیہ الرحمۃ(م۲۸۹ھ)	دارالفکر
9	مسند امام احمد	امام احمد بن حنبلعلیہ الرحمۃ(م ۲۴۱ھ)	دارالفکربیروت
10	مسند ابی یعلی	ابویعلیٰ احمدالموصلیعلیہ الرحمۃ (م۳۰۷ھ)	دارالکتب العلمیة
11	المستدرک للحاکم	محمد بن عبد الله الحاکم علیہ الرحمۃ(م۴۰۵ھ)	دارالمعرفه بیروت
12	المعجم الکبیر	الحافظ سلیمان بن احمد الطبرانی علیہ الرحمۃ (م۳۶۰ھ)	داراحیاء بیروت
13	مصنف عبدالرزاق	امام عبدالرزّاقعلیہ الرحمۃ(م ۲۱۱ھ)	دارالکتب العلمیة
14	شعب الایمان	الحافظ احمد بن الحسین البیهقیعلیہ الرحمۃ(م۴۵۸ھ)	دارالکتب العلمیة
15	السنن الکبریٰ(للبیهقی)	الحافظ احمد بن الحسین البیهقی علیہ الرحمۃ(م۴۵۸ھ)	دارالکتب العلمیة
16	مجمع الزوائد	نورالدین علی بن ابوبکر الهیثمی علیہ الرحمۃ(م۸۰۷ھ)	دارالفکر بیروت
17	فتح الباری شرح صحیح البخاری	الحافظ ابن حجرالعسقلانیعلیہ الرحمۃ(م۸۵۲ھ)	دارالکتب العلمیة
18	الاذکارالمنتخبة من کلام سید الابرار	امام یحییٰ بن شرف النوویعلیہ الرحمۃ(م۶۷۶ھ)	دارالکتب العلمیة
19	شرح سننِ نسائی	....	مکتبه شامله
20	دلائل النبوة للبیهقی	الحافظ احمد بن الحسین البیهقی علیہ الرحمۃ(م۴۵۸ھ)	دارالکتب العلمیة

مجلس المدینۃ العلمیۃ کی طرف سے پیش کردہ قابلِ مطالعہ کتب

شعبہ کُتُبِ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ

(۱) کرنسی نوٹ کے مسائل (کِفلُ الفَقیہِ الفَاھِمِ فِیْ اَحْکَامِ قِرْطَاسِ الدَّرَاھِمُ) (کل صفحات:199)

(۲) ولایت کا آسان راستہ (تصورِشیخ) (اَلْیَاقُوتَۃُ الْوَاسِطَۃُ) (کل صفحات:60)

(۳) ایمان کی پہچان (حاشیہ تمہید ایمان) (کل صفحات: 74)

(۴) معاشی ترقی کا راز (حاشیہ وتشریح تدبیر فلاح ونجات واصلاح) (کل صفحات:41)

(۵) شریعت وطریقت (مَقَالُ الْعُرَفَاءِ بِإِعْزَازِ شَرْعٍ وَعُلَمَاءِ) (کل صفحات:57)

(۶) ثبوتِ ہلال کے طریقے (طُرُقُ إِثْبَاتِ هِلَالٍ) (کل صفحات:63)

(۷) اعلیٰ حضرت سے سوال جواب (إِظْهَارُ الْحَقِّ الْجَلِيِّ) (کل صفحات:100)

(۸) عیدین میں گلے ملنا کیسا؟ (وِشَاحُ الْجِيدِ فِي تَحْلِيلِ مُعَانَقَةِ الْعِيدِ) (کل صفحات:55)

(۹) راہِ خدا عزوجل میں خرچ کرنے کے فضائل (رَادُّ الْقَحْطِ وَالْوَبَاءِ بِدَعْوَةِ الْجِيرَانِ وَمُوَاسَاةِ الْفُقَرَاءِ) (کل صفحات:40)

(۱۰) والدین، زوجین اور اساتذہ کے حقوق (اَلْحُقُوقُ لِطَرْحِ الْعُقُوقِ) (کل صفحات:125)

(۱۱) دعاء کے فضائل (اَحْسَنُ الْوِعَاءِ لِآدَابِ الدُّعَاءِ مَعَهُ ذَيْلُ الْمُدَّعَا لِأَحْسَنُ الْوِعَاءِ) (کل صفحات:140)

شائع ہونے والی عربی کتب:

ازامام اہلِ سنت مجدد دین وملت مولانا احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن

(۱۲) كِفْلُ الْفَقِيهِ الْفَاهِمِ (کل صفحات:74)۔ (۱۳) تَمْهِيدُ الإِيمَان ۔ (کل صفحات:77) (۱۴) اَلإِجَازَاتُ الْمَتِينَة (کل صفحات:62)۔ (۱۵) إِقَامَةُ الْقِيَامَة (کل صفحات:60) (۱۶) اَلْفَضْلُ الْمَوْهَبِي (کل صفحات:46) (۱۷) اَجْلَى الإِعْلَامِ (کل صفحات:70) (۱۸) اَلزَّمْزَمَةُ الْقَمَرِيَّة (کل صفحات:93) (۱۹، ۲۰) جَدُّ الْمُمْتَارِ عَلٰى رَدِّالْمُحْتَارِ (المجلد الاول والثانی) (کل صفحات:570)

شعبہ اصلاحی کتب

(۲۱) خوفِ خدا عزوجل (کل صفحات:160)

(۲۲) انفرادی کوشش (کل صفحات:200)

(۲۳) تنگ دستی کے اسباب (کل صفحات:33)

(۲۴) فکرِ مدینہ (کل صفحات:164)

(۲۵) امتحان کی تیاری کیسے کریں؟ (کل صفحات:32)
(۲۶) نماز میں لقمہ کے مسائل (کل صفحات:39)
(۲۷) جنت کی دو چابیاں (کل صفحات:152)
(۲۸) کامیاب استاذ کون؟ (کل صفحات:43)
(۲۹) نصاب مدنی قافلہ (کل صفحات:196)
(۳۰) کامیاب طالب علم کون؟ (کل صفحات:تقریباً63)
(۳۱) فیضانِ احیاء العلوم (کل صفحات:325)
(۳۲) مفتیٔ دعوتِ اسلامی (کل صفحات:96)
(۳۳) حق وباطل کا فرق (کل صفحات:50)
(۳۴) تحقیقات (کل صفحات:142)
(۳۵) اربعین حنفیہ (کل صفحات:112)
(۳۶) عطاری جن کا غسلِ میّت (کل صفحات:24)
(۳۷) طلاق کے آسان مسائل (کل صفحات:30)
(۳۸) توبہ کی روایات وحکایات (کل صفحات:124)
(۳۹) قبر کھل گئی (کل صفحات:48)
(۴۰) آدابِ مرشدِ کامل (مکمل پانچ حصے) (کل صفحات:275)
(۴۱) ٹی وی اور مُووی (کل صفحات:32)
(۴۲تا۴۸) فتاویٰ اہلِ سنت (سات حصے)
(۴۹) قبرستان کی چڑیل (کل صفحات:24)
(۵۰) غوثِ پاک رضی اللہ عنہ کے حالات (کل صفحات:106)
(۵۱) تعارفِ امیرِ اہلسنّت (کل صفحات:100)
(۵۲) رہنمائے جدول برائے مدنی قافلہ (کل صفحات:255)
(۵۳) دعوتِ اسلامی کی جیل خانہ جات میں خدمات (کل صفحات:24)
(۵۴) مدنی کاموں کی تقسیم (کل صفحات:68)
(۵۵) دعوتِ اسلامی کی مَدَنی بہاریں (کل صفحات:220)
(۵۶) تربیتِ اولاد (کل صفحات:187)
(۵۷) آیاتِ قرآنی کے انوار (کل صفحات:62)
(۵۸) احادیثِ مبارکہ کے انوار (کل صفحات:66)

شعبہ تراجمِ کتب

(۵۹) جنت میں لے جانے والے اعمال (اَلْمَتْجَرُ الرَّابِحُ فِیْ ثَوَابِ الْعَمَلِ الصَّالِحِ) (کل صفحات:۷۴۳)
(۶۰) شاہراہِ اولیاء (مِنْهَاجُ الْعَارِفِيْنَ) (کل صفحات:36)
(۶۱) حسنِ اخلاق (مَكَارِمُ الْاَخْلَاق) (کل صفحات:74)
(۶۲) راہِ علم (تَعْلِيْمُ الْمُتَعَلِّم طَرِيْقَ التَّعَلُّم) (کل صفحات:102)
(۶۳) بیٹے کو نصیحت (اَيُّهَا الْوَلَد) (کل صفحات:64)
(۶۴) الدعوۃ الی الفکر (کل صفحات:148)

(۶۵) آنسوؤں کا دریا (بَحرُ الدُّمُوع) (کل صفحات:301)

(۶۶) نیکیوں کی جزائیں اور گناہوں کی سزائیں (قُرَّۃُ العُیُونِ وَمُفَرِّحُ الْقَلْبِ الْمَحْزُوْن) (کل صفحات:138)

(۶۷) جہنم میں لے جانے والے اعمال (الزواجرعن اقتراف الکبائر) (کل صفحات:853)

(۶۸) مدنی آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے روشن فیصلے (اَلْبَاھِرُفِی حُکْمِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِالْبَاطِنِ وَالظَّاھِر) (کل صفحات:112)

شعبہ درسی کتب

(۶۹) تعریفاتِ نحویہ (کل صفحات:45) (۷۰) کتاب العقائد (کل صفحات:64)

(۷۱) نزھۃ النظر شرح نخبۃ الفکر (کل صفحات:175) (۷۲) اربعین النوویہ (کل صفحات:121)

(۷۳) نصاب التجوید (کل صفحات:79) (۷۴) گلدستہ عقائد واعمال (کل صفحات:180)

(۷۵) وقایۃ النحو فی شرح ھدایۃ النحو

شعبہ تخریج

(۷۶) عجائب القرآن مع غرائب القرآن (کل صفحات:206) (۷۷) جنتی زیور (کل صفحات:679)

(۷۸تا۸۳) بہارِ شریعت (ابتدائی پانچ حصے اور سولھواں حصہ) (۸۴) اسلامی زندگی (کل صفحات:170)

(۸۵) آئینۂ قیامت (کل صفحات:108) (۸۶) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم (کل صفحات:274)